

رد القلید

قرآن وحدیث، آثار صحابہ وتصریحات ائمہ عظام
واقوال علماء کرام کی روشنی میں

مؤلف: حافظ جلال الدین القاسمی (فاضل دارالعلوم دیوبند۔ ایم اے مہسوریونیورسٹی)

www.Jalaluddinqasmi.com

کی فخریہ پیشکش

نوٹ: برقی کتاب اور اصل کتاب کے صفحات کے نمبرات
مختلف ہو سکتے ہیں۔

ردِ تَقْلِيدِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

نام کتاب	:	ردِ تَقْلِيدِ
مؤلف	:	حافظ جلال الدین القاسمی (فاضل دارالعلوم دیوبند، ایم اے میسور یونیورسٹی)
سن اشاعت	:	فروری ۲۰۱۴ء
ایڈیشن	:	پہلا ایڈیشن
صفحات	:	چھپالیس (۴۶)
تعداد	:	ایک ہزار
کمپوزنگ	:	ابوسفیان، مالگاؤں 8087652156
ناشر	:	فیت والا پبلی کیشن ہاؤس

قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تصریحات ائمہ عظام
واقوال علماء کرام کی روشنی میں

مؤلف

حافظ جلال الدین القاسمی

(فاضل دارالعلوم دیوبند، ایم اے میسور یونیورسٹی)

ملنے کا پتہ

عاصم شہزاد فیت والا

گولڈن ایجنسیز (ڈابرا ٹیلیمینٹس)، سٹی کالج کے پیچھے، مالگاؤں 9028182104

عرضِ ناشر

کے مؤلف حافظ جلال الدین القاسمی صاحب کے طرز استدلال اور طریقہ استنباط کی لطافت و حلاوت کی جوشانِ انفرادیت ہے اس سے انکار ممکن نہیں۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت کے بعد میسوریونیورسٹی سے اردو میں ایم اے بھی کیا ہے۔ اردو، عربی، فارسی، انگریزی اور سنسکرت کے علاوہ اور بھی زبانوں میں آپ کو مکمل دسترس حاصل ہے۔ انہی امتیازی خصوصیات کی بناء پر علمی و ادبی حلقوں میں آپ کی شخصیت کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ فنِ خطابت پر جو قدرتی ملکہ آپ کو حاصل ہے وہ کم ہی لوگوں کے حصہ میں آتا ہے۔ نیز صحافت کے میدان میں بھی آپ کی قابلِ تحسین خدمات ہیں۔

اس سے قبل بھی آپ کی کئی تحریریں مقبول عام ہو چکی ہیں جن میں 'حسن الجدل بجواب راہ اعتدال' اور 'تاریخ اہل حدیث' کتابیں سرفہرست ہیں۔ عدیم الفرستی اور گونا گوں مصروفیات کے باوجود آپ کی کئی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہونے کی منتظر ہیں۔

کتاب ہذا جامعیت میں اپنی مثال آپ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے ضرورت کے پیش نظر سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے تو شاید مبالغہ نہ ہو اس کتاب میں موصوف نے عوام و خواص دونوں طرح کے قارئین کے لیے خاطر خواہ علمی مواد فراہم کیا ہے۔

ایک اہم اور قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ اس کی طباعت و اشاعت کا شرف آپ نے فیت والا پبلیکیشن ہاؤس کو عنایت کر کے ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ اس کتاب کو تمام علمی و ادبی حلقوں میں شرفِ قبولیت سے نوازے اور موصوف کی مساعی جمیلہ کے علاوہ میری اشاعتی خدمات کو بھی قبول فرمائے۔ آمین!

وصلی اللہ علی نبیہ الکریم۔

ناشر

عاصم شہزاد فیت والا

فیت والا پبلیکیشن ہاؤس

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین۔ وبعد
زمانہ قدیم ہی سے اہل الرائے اور اہل الحدیث کی باہمی رسد کشی کی بنیاد "تقلید" رہی ہے۔ موجودہ دور میں بھی عوام و خواص کے درمیان مسئلہ تقلید ہی موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ حالانکہ گذشتہ چند دہائیوں میں تقلیدی رجحانات کے علاوہ جذبہ اطاعت کو بھی قدرے فروغ حاصل ہوا ہے۔

چونکہ انسان فطری و تخلیقی اعتبار سے تحقیق پسند واقع ہوا ہے اس لیے ٹیکنالوجی کی دستک نے اس کی زندگی سے وابستہ دیگر امور کے ساتھ اس کے مذہبی و منجی افکار و نظریات میں بھی اک مثبت انقلاب برپا کر دیا ہے۔ خواص کے علاوہ عامۃ الناس بھی اندھی تقلید کے مفہوم کو سمجھ رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے نہ صرف سماج کے تمام طبقات میں علمی و تحقیقی نشاط محسوس کیا گیا ہے بلکہ تقلید حیات و مہمات کی کشمکش میں مبتلا ہے تو مقلدین، دفاعی پوزیشن میں آچکے ہیں۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں بندۂ مومن کا سب سے بڑا سرمایہ اس کی نیکیاں ہیں جنہیں وہ ہر طرح کے ریا و نمود اور نظر بند سے بچانا چاہتا ہے جب کہ تقلید کے فکری جمود و تعطل نے جذبہ اطاعت رسول ﷺ کو جو کاری ضرب لگائی ہے اس سے اعمالِ صالحہ کے بھی ضائع ہونے کے امکانات یقینی ہو جاتے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالكم..... (سورۃ محمد ۳۳)
”یعنی اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔“

اسی طرح مولانا رومی رقمطراز ہیں:

زانکہ تقلید آفت ہر نیکیوں کی ست کہ بود تقلید گر کوہ قوی ست

تمام نیکیوں کو برباد کرنے کے لیے تقلید آفت ہے کہ تقلید گھاس کے برابر ہے گر چہ قوی پہاڑ کیوں نہ ہو۔ یوں تو تقلید پر ان گنت کتابیں شائع ہوتی رہی ہیں لیکن تقلیدی افکار و نظریات پر تعصب و عناد کی چڑھتی ہوئی دبیز چادر کے سامنے جتنی بھی ہوں وہ کم ہی ہیں۔ علاوہ ازیں زیر اشاعت کتاب ”ردِ تقلید“

مقدمہ

الحمد لله الذی انار قلوبنا بلوامع الانوار وخص صدورنا بدقائق الاسرار،
والصلاة والسلام على النبی المختار سيدنا محمد شفيع العصابة بحضرة الغفار و على
آله وصحبه الذين هم من المصطفين الاخير مادامت الاطيار على الاشجار. اما بعد
تقليد ایک جمود ہے جو اسلام کے مزاج اور طبیعت کے بالکل خلاف ہے۔ اسلام تو ایک متحرک
دین ہے اس میں کتاب و سنت کو اساس قرار دے کر ہر دور میں فکری آزادی کی نہ صرف حمایت کی گئی ہے
بلکہ حریت فکر کے لیے ممکن طور پر راہیں بھی ہموار کر دی گئی ہیں۔ صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین قرآن و سنت ہی
کو شریعت اور احکام فقہیہ کا مصدر سمجھتے تھے۔ جب انھیں ایسے مسائل سے سابقہ پڑتا جو عہد نبوی ﷺ میں
وقوع پذیر نہیں ہوئے تو وہ ان مسائل کے حکم میں اجتہاد کرتے رہے اور حکومت اسلامیہ کی وسعت کے
نتیجے میں احکام فقہیہ کی تشریح کا میدان وسیع ہو گیا تو فقہ کے چار مصادر رہ گئے۔

قرآن، حدیث، قیاس اور صحابہ و علماء مجتہدین کا اجماع:

پہلی صدی میں آج کی مروجہ تقلید کا پتہ نہ تھا۔ اواخر صدی میں امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ پیدا
ہوئے۔ پھر بتدریج ائمہ کے مسالک کا رواج ہوا۔ دوسری اور تیسری صدی کے بعد ایسے لوگ ظاہر ہوئے
جنہوں نے اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا دعویٰ کیا۔ علماء کا ایک گروہ تقلید کی طرف مڑ گیا اور ایک گروہ اتباع
کی طرف۔

پہلے گروہ کے علماء کی ساری علمی اور عملی کوششیں ائمہ اربعہ کے اقوال اور ان کی کتابوں کی شرح و
تلخیص کے لیے وقف ہو گئیں لیکن تعصب اور اندھی تقلید کے مقابلے میں ایک گروہ برابر میدان میں ڈٹا ہوا
تھا۔ گرچہ اس کی آواز فقار خانے میں طوطی کی آواز کے برابر تھی۔ حکومت عباسیہ کے سقوط کے بعد تو معاملہ
بہت گہم پھیر ہو گیا۔ فقہ میں زبردست جمود پیدا ہو گیا۔ علماء فقہ کی عبارتوں کو معنی اور پہیلیاں بنانے میں ایک
دوسرے سے سبق لے جانے اور احکام شرعیہ سے کھلواڑ کرنے لگے۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ سب ائمہ اربعہ
کے اصولوں سے مستخرج ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فقہ کی کتابیں حیلوں، خیالی مفروضات و مخارج اور تاویلات
رکبہ سے بھر گئیں۔ اسی لئے یہ کتابیں واہی تباہی موضوع و من گھڑت اور ساکت آثار و احادیث سے پر ہو
گئیں۔ نوبت بایں جا رسید کہ انھوں نے لوگوں کے سامنے ان تمام چیزوں کو یہ کہہ کر پیش کیا کہ یہی فقہ

یہود کا نمونہ

اگر تم یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان علماء سوء کو دیکھو جو دنیا کے طالب
ہیں، تقلیدِ اسلاف جن کا شیوہ ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے جنھوں نے
منہ پھیر لیا ہے، ایک امام کے قول کو اندھے ہو کر پورے تشدد کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں
اور اس کے مقابلے میں شارع معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو بے پروا ہو کر
چھوڑے ہوئے ہیں اور موضوع حدیثوں کو اور تاویلات فاسدہ کو اپنا مقتدی بنا کر رکھا
ہے، اچھی طرح سے دیکھ لو یہی یہودی ہیں۔

(الفوز الکبیر، ج ۱ ص ۱۰، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

اسلامی ہے اور ائمہ اربعہ کی فقہ جو قرآن و سنت اور آثار صحابہ سے ماخوذ ہے، کی موجودگی میں اب جو بھی اجتہاد کرے گا یا قول کی دلیل میں نظر کرے گا وہ فاسق اور خلیل العقول ہے اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا تقلید میں جمود اور تعصب بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ ائمہ و علماء کی تقلید کو واجب و فرض کیا جانے لگا۔

ہندوستان میں اکابر دیوبند اسی جمود و تقلید کے متحرک داعی تھے اور آج بھی دیوبندی علماء اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اسے واجب و فرض تک کہنے سے گریز نہیں کرتے۔ ہندوستان میں تحریک اہل حدیث کے ظہور و ترویج سے احناف جس قدر آگ بگولہ ہوئے اور اہل حدیثوں پر انھوں نے کیا کیا ستم ڈھائے، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اہل حدیث کو وہابیت کا نام دے کر بغاوت کے مترادف قرار دوا کر جس قدر عبرت ناک سزائیں دلوائی گئیں وہ تاریخ ہند کا ایک نرالا باب ہے۔

حضرات مقلدین کی مشنری تقلید کو خالص اسلام بنا کر ہندوستان کے بھولے بھالے مسلمانوں کو تقلید کے جال میں پھنسانے کے لیے پوری قوت صرف کیے ہوئے ہے، اپنے بزرگوں اور اماموں کے اقوال و مذاہب کی طرف دعوت دے رہی ہے۔ اس طرح بھولے بھالے مسلمانوں کی ایک بھاری اکثریت گمراہ ہو چکی ہے۔

حالانکہ دیکھا جائے تو حنفی مذہب تمام گمراہ فرقوں کا مجموعہ مرکب ہے، مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی اپنی کتاب ”الرفع والتکمیل“ میں لکھتے ہیں ”بہت سے حنفی فروعی مسائل میں حنفی، اصولی مسائل میں مرجی یا زیدی“ ہیں۔ عقیدہ کے اعتبار سے حنفی کی کئی شاخیں ہیں۔ بعض شیعہ ہیں بعض معتزلی۔“

نی زمانہ دیکھئے جماعت اسلامی کے افراد امام ابوحنیفہ کا پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، تبلیغی جماعت حنفی المذہب ہے، بریلوی بھی حنفی اور دیوبندی بھی حنفی ہیں۔ حالانکہ دونوں گروہوں میں اس درجہ عداوت ہے کہ ان میں سے ہر گروہ دوسرے کو باطل پرست اور خارج از اسلام قرار دیتا ہے۔ انھیں میں ایک گمراہ فرقہ صوفیاء و مشائخ کا ہے۔ یہ فرقہ وحدت الوجود کا قائل ہے۔ جو انسان تو کیا پوری کائنات جس میں گدھے، خنزیر، کتے بھی ہیں اللہ کی ذات کا عین مانتا ہے۔

قادیانی بھی حنفی المذہب ہیں کیوں کہ قادیانیوں کا جھوٹا نبی مرزا غلام احمد قادیانی مذہباً حنفی تھا۔ ایک اور گمراہ فرقہ دیندار صدیقی چند رشو بیٹھور بھی اپنے آپ کو حنفی کہتا ہے۔ آگے بڑھے آج محرم میں تعزیہ بنانے والے اور حضرت حسینؑ کی نیاز کرنے والے حنفی ہیں۔ در بدر پھرنے والے سوالی حنفی ہیں، خانقاہوں

اور مزاروں پر بھنگ، چرس، گانجا، افیم پینے والے حنفی ہیں۔ تمام خانقاہوں اور مزاروں کے سجادہ نشینان اور مشائخ حنفی ہیں۔ مقام لواری علاقہ سندھ میں مصنوعی کعبہ تیار کرنے والے حنفی ہیں، خواجہ اجمیری، خواجہ نظام الدین، خواجہ گیسو د راز کی قبروں کو پختہ بنا کر ان کو پوجنے والے حنفی ہیں۔ عرس کے موقعوں پر مزاروں پر حاضری دینے والے میراثی، قوال، بھانڈ سب حنفی ہیں۔

لیکن محمد اللہ اہل حدیث کی روش ہمیشہ ایک رہی اور وہ روش ہے تمسک بالکتاب والسنت۔ آج بھی وہ اسی کی دعوت دیتے ہیں، شخصی آراء و افکار اور تقلید جامد سے لوگوں کے اذہان کو ہر قیمت پر آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔ زیر نظر کتاب کی تحریر کا مقصد بھی یہی ہے کہ تقلید شخصی کے بدترین نتائج سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور انھیں کتاب و سنت کی طرف لوٹایا جائے۔

دعا ہے کہ اللہ ہمیں کتاب و سنت پر زندہ رکھے اور اسی پر خاتمہ فرماتے ہوئے ابرار کے زمرے میں حشر کر کے فردوس بریں میں رسول ﷺ کی رفاقت بخشے۔ آمین.....

الراجی عفور بہ حافظ جلال الدین القاسمی

(فاضل دارالعلوم دیوبند، ایم. اے. میسور یونیورسٹی)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ازراہ رعایت و عنایت کے خصوصیت رکھتی ہے کیوں کہ: افلا الرب نہیں فرمایا بلکہ فلا وربک فرمایا پس اس میں قسم بھی اور جس بات پر قسم کھائی وہ بھی موکد ہوگئی۔ کیوں کہ اللہ جانتا ہے کہ دلوں میں کیا چیز بسی ہوئی ہے یعنی غلبہ اور نصرت کی محبت، ہر حال میں خواہ اپنا حق اور برہویا اور کا حق اپنے اوپر اور اس کلام میں اظہار اس امر کا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر اللہ کی کیسی کچھ عنایت ہے کیوں کہ آپ ﷺ کے حکم کو اپنا حکم اور آپ ﷺ کے فیصلے کو اپنا فیصلہ قرار دیا۔ پس بندوں پر آپ ﷺ کا حکم اور آپ ﷺ کا حکم ماننا اور اطاعت کرنا واجب کر دیا ہے اور خدائی پر ایمان لانا مقبول نہیں فرمایا تا وقتیکہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کو نہ مانیں کیوں کہ جب آپ ﷺ کی صفت میں یہ فرمایا کہ آپ ﷺ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے، جو آپ ﷺ بولتے ہیں وحی کے سوا کچھ نہیں، پس آپ ﷺ کا حکم، حکم الہی ہے اور آپ ﷺ کا فیصلہ، فیصلہ خداوندی ہے۔ اس آیت میں آپ ﷺ کی قدر و عظمت کی طرف منسوب کیا جب کہ سورۃ اشارہ ہے کہ فلا وربک کہہ کر اللہ نے اپنی ذات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا جب کہ سورۃ مریم کی اس آیت، ذکر رحمت ربک عبده زکریا میں زکریا کے نام کو اپنے نام کی طرف مضاف کیا تاکہ بندے دونوں مرتبوں کا فرق سمجھ لیں۔

پھر اللہ نے حکیم ظاہری پر اکتفا نہیں کیا کہ اس سے مسلمان بن جائیں بلکہ شرط یہ لگائی کہ تنگ دلی بھی نہ ہونے پائے خواہ حکم ان کی خواہش کے موافق ہو یا مخالف۔

اس آیت کی شان نزول میں ایک یہودی اور مسلمان کا واقعہ عموماً بیان کیا جاتا رہا ہے جو بارگاہ رسالت سے فیصلے کے باوجود حضرت عمرؓ سے فیصلہ کروانے گیا۔ جس پر حضرت عمرؓ نے اس مسلمان کا سر قلم کر دیا۔ لیکن یہ واقعہ سندا غلط ہے حافظ ابن کثیر نے بھی وضاحت کی ہے صحیح واقعہ یہ ہے کہ جو اس آیت کے نزول کا سبب ہے کہ حضرت زبیرؓ اور ایک آدمی کا کھیت سیراب کرنے والے نالے کے پانی پر جھگڑا ہو گیا، معاملہ نبی کریم ﷺ تک پہنچا آپ ﷺ نے صورت حال کا جائزہ لے کر جو فیصلہ دیا وہ اتفاق سے حضرت زبیرؓ کے حق میں تھا جس پر دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ نے یہ فیصلہ اس لیے دیا ہے کیوں کہ حضرت زبیرؓ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ نساء)

آیت میں یہ تیبہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بات یا فیصلے سے اختلاف تو کجا دل میں تنگی بھی محسوس کرنا ایمان کے منافی ہے۔ یہ آیت منکرین حدیث کے لیے لمحہ فکریہ تو ہے ہی، مقلدین کے لیے بھی یہ لمحہ

فکریہ ہے جو قول امام کے مقابلے میں حدیث صحیح سے تنگی ہی محسوس نہیں کرتے بلکہ..... اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں یا اس کی..... تاویل کر کے یا ثقہ راویوں کو ضعیف باور کر کے اسے رد کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں جس کی ایک نہیں دسیوں بیسیوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء: ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی رسول کی اور حکومت والوں کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تم میں اور حاکم وقت میں کسی بھی معاملے میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔

تشریح: اس آیت پر غور کیجئے اللہ کے ساتھ اطیعوا کا لفظ ہے اور رسول کے ساتھ اطیعوا کا لفظ ہے مگر اولی الامر کے ساتھ اطیعوا کا لفظ نہیں ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت مستقل ہے مگر امراء و علماء کی اطاعت غیر مستقل اور مشروط ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی طرح رسول ﷺ کی احادیث بھی اسلامی قانون کا مستقل ماخذ ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی بھی مسئلے میں اگر اختلاف ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو ظاہر ہے کہ یہ ہدایت رسول پاک ﷺ کی حیات مبارکہ ہی تک کے لیے محدود نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اختلاف کے پیدا ہونے کا غالب امکان تو حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہی تھا۔ آیت خود شہادت دے رہی ہے کہ اس کا تعلق مستقبل سے ہے۔ آیت میں فردوہ الی اللہ والرسول کے بعد اولی الامر کو حذف کر دیا گیا ہے جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اولو الامر (امراء حکمراں، اشخاص، علماء) قانون کے مرجع کی حیثیت سے دین میں کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتے۔ مستقل حیثیت صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور ان کنتم توء منون باللہ والیوم الآخر کہہ کر یہ بات بتائی گئی ہے کہ باہمی نزاع کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ (قرآن و حدیث) کی طرف رجوع ہونا کوئی جزوی اور فروعی مسئلہ نہیں بلکہ شرط ایمان ہے اور ذلك خیر و احسن تاویلا کہہ کر متنبہ کیا گیا ہے کہ خبردار اختلاف کا حل قرآن و سنت کے علاوہ کہیں اور تلاش مت کرنا ورنہ خیریت نہیں ہے اور اس کا انجام خوشگوار نہیں ہوگا۔

(۳) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا (النساء: ۶۱)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے اتاری اور آؤ رسول کی طرف تو تو منافقوں کو دیکھے گا کہ وہ تجھ سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

تشریح: اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کو چھوڑ کر ہستی کے قول کی طرف آنا منافقت ہے۔

کیونکہ مومن کی شان تو یہ ہے کہ انما كان قول المؤمنين اذا دعوا الى الله ورسوله ليحكم بينهم ان يقولوا سمعنا واطعنا کہ جب انھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو مومنین کا قول صرف سمعنا واطعنا ہی ہوتا ہے۔ وہ رسول ﷺ کی دعوت سے نہ تو منہ پھیرتے ہیں نہ فیصلوں کے لیے کسی تیسری جگہ پر جاتے ہیں۔

(۴) اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (التوبة: ۳۱)

ترجمہ: ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو۔ حالانکہ انھیں صرف ایک اکیلے اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔

تشریح: اس آیت کی تفسیر حضرت عدی بن حاتم سے مروی مندرجہ ذیل حدیث سے ہو جاتی ہے:

عن عدی ابن حاتم قال اتیت النبی ﷺ وفی عنقی صلیب من ذهب. فقال یا عدی اطرح عنک هذا الوثن وسمعتہ یقرأ فی سورة برآة. اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ. فقال اما انهم لم یکنوا یعبدونہم ولكنہم كانوا اذا احلوا لهم شیئاً استحلوه واذا حرموا علیہم شیئاً حرموه. (ترمذی ابواب التفسیر)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی تو آپ نے فرمایا کہ اے عدی اپنے گلے سے اس بت کو نکال دو۔ اور میں نے سنا کہ آپ سورہ توبہ کی ایک آیت پڑھ رہے تھے: ”انہوں نے اپنے علماء اور اپنے بزرگوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا تھا“ تو آپ نے فرمایا وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال کرتے تھے تو وہ اس کو حلال سمجھ

لیتے تھے اور کسی چیز کو حرام کرتے تھے تو حرام سمجھ لیتے تھے۔

(۵) وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا (بنی اسرائیل: ۷۲)

ترجمہ: جو اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں اندھا اور راہ سے دور بھٹکا ہوا ہوگا۔

تشریح: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ولا تقنعوا بالتقليد، فان ذلك عمى فى البصيرة. (میزان کبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۱۰)

تقلید پر بھروسہ مت کرو و تقلید تو بصیرت کو اندھا کر دیتی ہے۔

مذکورہ آیت میں اعمیٰ یعنی اندھا سے مراد آنکھوں کا اندھا نہیں بلکہ بصیرت کا اندھا ہے اور جو دنیا میں بصیرت کا اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا یعنی رب کے خصوصی فضل و کرم سے محروم رہے گا۔

(۶) قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (یوسف: ۱۰۸)

ترجمہ: کہہ دیجئے یہ ہے میری راہ۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت پر میں ہوں اور میرے متبعین اور اللہ کی ذات تمام عیبوں سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

تشریح: تقلید بصیرت کا نقیض ہے اور نقیضین کا اجتماع محال ہے۔ ایک ہی شخص مقلد اور مبصر دونوں نہیں ہو سکتا کیوں کہ بصیرت کے معنی حجت و برہان و دلائل واضحہ کے ہیں۔

تفسیر مدارک حنفی میں ہے: ادعو الى الله على بصيرة اى ادعوا الى دينه مع حجة واضحة غير عمياء یعنی میں تم کو اللہ کے دین کی طرف بلا دلیل نہیں بلاتا ہوں اور میرے دعوے میں کوئی اندھا پن نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ بصیرت کے معنی حجت و برہان کے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر جلالین ص ۱۹۳)

اور تقلید جیسا کہ لغت سے معلوم ہوا کہ ایسی چیز ہے جس میں حجت و برہان نہ ہو پس ثابت ہوا کہ تقلید بصیرت کا نقیض فی المعنی ہے اور قرآن میں بصیرت کو امت کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی مذکورہ آیت کے ترجمے پر ایک پھر نگاہ ڈال لیں آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا طریقہ ہے جو اللہ کا دین ہے دعوت الہی میں بصیرت پر ہوں اور میری امت بھی بصیرت پر ہے یعنی کسی کی تقلید پر نہیں ہے۔ میں کسی کا مقلد نہیں نہ میری امت کسی کی مقلد ہے بلکہ ہم سب بصیرت یعنی حجت و برہان و دلائل واضحہ پر استوار ہیں۔

(۷) هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٠﴾ (الجمعة: ۲)۔

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس نے عرب کے ان پڑھوں میں انھیں میں کا ایک پیغمبر بھیجا وہ ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس پیغمبر کے آنے سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

تشریح: نبی کریم ﷺ کو ان پڑھ لوگوں میں مبعوث کیا گیا ان پڑھوں نے قرآن و حدیث سمجھ لیا جہاں نہیں سمجھ میں آیا پوچھ کر سمجھ لیا۔

یہاں مقلدین کا کہنا ہے کہ جاہل تو کجا عالم فاضل شخص بھی قرآن و حدیث نہیں سمجھ سکتا۔

اس کے صاف معنی یہ ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کا کلام اتنا مغلق تھا کہ ساری امت اس کے سمجھنے سے قاصر رہی۔ ہاں ائمہ اربعہ کا کلام ایسا سہل، صاف اور آسان تھا کہ اسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ گویا اللہ کے رسول ﷺ کی باتیں پہیلیاں ٹھہریں جس کے بوجھنے والے کروڑوں میں صرف چار ہوئے۔

اس سے بڑھ کر نبی کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے جب کہ خود امام ابوحنیفہؒ نے بھی چودہ مسئلوں میں توقف کیا ہے جیسا کہ ردالمختار میں ہے نیز ہدایہ اور بخاری کو ایک ساتھ رکھ کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ایک طرف حلو دوسری طرف ایووا ہے۔

(۸) وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ﴿٥٣﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ عَابِدُونَ ﴿٥٤﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا نَاعِبُدُهَا عَابِدِينَ ﴿٥٥﴾ (الانبياء: ۵۳، ۵۴، ۵۵)۔

ترجمہ: جو چیز تمہاری طرف نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن و حدیث) اس کی اتباع کرو اس کے سوا دوسرے شخصوں کی پیروی نہ کرو۔

یعنی قرآن و حدیث کے علاوہ کسی امام، مجتہد مولوی، عالم، پیر، فقیر، ولی وغیرہ کی اتباع نہ کرو۔ یعنی کسی کی رائے اور قیاس پر نہ چلو، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی بن کرفروں میں بٹ کر اسلام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔

(۹) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا نَا أَوْلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿٢١﴾ (لقمان: ۲۱)۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں ہم تو اس پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگر شیطان ان کے باپ دادوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہوتا.....

تشریح: یہ آیت بتاتی ہے کہ جو طریقہ قرآن و حدیث کے مقابلے میں بغیر دلیل و سند کے اختیار کیا جائے وہ شیطان کا طریقہ ہے۔ جب اپنے آباء کے جامد مقلدین کے پاس اپنے طریقے کی کوئی خدائی سند نہیں، باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا کوئی دلیل نہیں رکھتے تو خدا نے فیصلہ کر دیا کہ ان کے باپ دادا جو قیاسی، ظنی، تخمینی اوٹ پٹا نگ مذہب رکھتے تھے وہ دراصل شیطان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اس کے راستے پر چلتے تھے۔ ان کا پیشوا شیطان تھا جو انھیں دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا۔ اس تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن و حدیث کے خلاف تمام اقوال و افعال و عقائد و اعمال و نظریات اور راہیں سب شیطان کی دعوتیں ہیں۔

لیکن افسوس! آج لوگوں کا کیا حال ہے؟

عام عقیدہ یہ ہے کہ چار مذاہب برحق ہیں اور ان میں سے کسی ایک پر چلنا ضروری ہے ان کے مسائل قرآن و حدیث کے کتنے ہی خلاف کیوں نہ ہو۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ: کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں کہ اس آیت اور اس جیسی تمام آیات کافروں اور مشرکوں کی جامد تقلید کا بیان ہے اور ہم تو مسلمان ہیں۔ اس آیت اور اس جیسی تمام آیات کا ہمارا کیا واسطہ؟

جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب، یعنی اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا، اس کو واضح طور پر اس طرح سمجھیں کہ اگر جھوٹ بولنا کافروں کے لیے منع تھا تو ہمارے لیے بھی منع ہے، شرک، کفر، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، چوری، زنا کاری وغیرہ ان کے لیے ممنوع تھا تو ہمارے لیے بھی یہ کام حرام اور ممنوع ہے۔

ایسے ہی وہ لوگ اپنے باپ دادا کے سند و اقوال و افعال و معتقدات کو دین و شریعت کا نام دے کر پیش کرتے تھے۔ اللہ نے انھیں منع کیا کہ ایسا نہ کرو، خدائی سند کے مطابق عمل کرو۔ اسی طرح ہمارے لیے اس آیت کی روشنی میں یہ ضروری ہو گیا کہ ہم اپنے بزرگوں، اماموں کی

بے دلیل و بے سند باتوں پر دین کے نام پر عمل نہ کریں، قرآن و حدیث کی روشنی میں عمل کریں۔
(۱۰) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كُنَّا
آبَاءَهُمْ لَا يَعْقلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ○ (البقرہ: ۱۰۷)

ترجمہ: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو چیز اللہ نے اتاری ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں ہم تو اسی طریق پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے۔ بھلا ان کے باپ دادا بے عقل اور گمراہ رہے ہوں تو بھی؟ تشریح: اس آیت میں تقلید کے باطل ہونے کی طرف دو طریقوں سے اشارہ ہے اول تو مقلد سے پوچھا جائے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے وہ تیرے علم میں حق پر ہے یا نہیں۔ اگر اس کے حق پر ہونے کو نہیں جانتا تو باوجود احتمالِ مطلق کے کس لیے تو اس کی تقلید کرتا ہے اور اگر پہچانتا ہے تو کس دلیل سے؟ اگر دوسرے کی تقلید سے پہچانتا ہے پھر یہی سوال وہاں بھی جاری ہوگا۔

دوم: مقلد سے پوچھا جائے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے اگر اس مسئلہ کو اس نے بھی تقلید سے جانا ہو تو وہ اور تم برابر ہو گئے تو پھر وجہ ترجیح کیا ہے کہ تو اس کی تقلید کرتا ہے؟ اگر دلیل سے اس نے جانا ہے پس تقلید اس وقت تمام ہوگی جب تو بھی اس کو دلیل سے جانے۔

(۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقَدَّمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ (الحجرات: ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ سنے والا اور جاننے والا ہے۔

تشریح: اس کا مطلب ہے کہ دین کے معاملے میں اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہ کرو نہ اپنی سمجھ اور رائے کو ترجیح دو بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اپنی طرف سے دین میں اضافہ یا بدعات کی ایجاد اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے بڑھنے کی ناپاک جسارت ہے۔ اس طرح کوئی فتویٰ قرآن و حدیث میں غور و فکر کے بغیر نہ دیا جائے اور دینے کے بعد اگر اس کا نص شرعی کے خلاف ہو نا واضح ہو جائے تو اس پر اصرار بھی اس آیت میں دیئے گئے حکم کے منافی ہے۔ مومن کی شان تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے سامنے سر تسلیم و اطاعت خم کر دینا ہے نہ کہ ان کے مقابلے میں اپنی بات یا کسی امام کی رائے پر اڑے رہنا، یہ چیز تقویٰ کے بھی منافی ہے۔

(۱۲) وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ○ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ
الْتِمَاطِئِلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاقِفُونَ ○ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ○
(الانبیاء: ۵۱-۵۲-۵۳)

ترجمہ: ہم نے ابراہیم کو اس سے پہلے ان کے (حصے کی) دانائی عطا فرمائی۔ اور ہم اس کے حال سے واقف تھے جب انھوں نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن پر تم جے بیٹھے ہو کیا چیزیں ہیں تو انھوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو انہی کی پوجا کرتے ہوئے پایا۔

تشریح: جب حضرت ابراہیم کی قوم اپنے شرک کے موقف کی صحت پر کوئی دلیل نہ دے سکی تو پچھلے بزرگوں کی تقلید کا سہارا لیا۔ یہی حال آج ملت اسلامیہ میں مقلد حضرات کا ہے جب قیاس و رائے سے انھیں روکا جاتا ہے تو یہی عذر پیش کرتے ہیں کہ ہم کیا کریں، ہمارے امام صاحب یہی فرما گئے ہیں۔

(۱۳) وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ○ (لقمان: ۱۵)

ترجمہ: اس شخص کے راستے کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کیے ہوئے ہیں۔

تشریح: اس آیت سے مقلدین نے تقلیدِ شخصی کی دلیل نکالی ہے۔ تقریر استدلال یہ ہے کہ آیت میں منیب الی اللہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور امام ابوحنیفہ منیب الی اللہ ہیں پس ان کی تقلید اس آیت سے ثابت ہوگی۔

جواب اول: ہر مومن اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تفسیر ابن کثیر میں من اناب الی کی تفسیر مومنین سے کی گئی ہے لہذا مقلدین کی توجیہ کے لحاظ سے آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ہر مومن کی تقلید کرنی چاہیے اس سے شخصی تقلید ثابت نہیں ہوتی۔

جواب دوم: آیت میں یہ ہے کہ منیب الی اللہ اللہ کی طرف رجوع ہونے والا کے راستے کی اتباع کرو اس میں کہاں ہے کہ منیب الی اللہ کی اتباع کرو۔ کہاں ذات کی پیروی کہاں راستے کی پیروی جس پر وہ چلتا ہے۔ راستے پر چلتے چلتے انسان غلطی کر سکتا ہے کہ وہ خطا اور نسیان کا پتلا ہے۔ مجتہد سے بھی غلطی ہوتی ہے اور ٹھیک بات بھی کہتا ہے۔ لہذا اس کی ذات کی پیروی میں غلطی کا امکان بھی ہے لیکن جس راستے پر وہ چل رہا ہے وہ راستہ غلط نہیں ہے کیوں کہ تمام اہل اللہ کا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔ پس آیت میں صراطِ مستقیم پر چلنے کا حکم ہے نہ کہ شخصی تقلید کا۔

جواب سوم: ائمہ دین نے تقلید سے منع فرمایا تھا لہذا ان کے راستے کی پیروی یہی ہے کہ ان کی تقلید نہ کی جائے بلکہ جس راستے پر (کتاب و سنت) پر وہ چلے اسی پر چلا جائے اور اسی پر چلنے کی وہ ہدایت بھی کر گئے ہیں۔

رد تقلید پر پہلی حدیث: (۱) عن العرباض بن ساریة یقول: قام فینا رسول اللہ ﷺ ذات یوم فوعظنا موعظة بلیغة و جلت منها القلوب و ذرفت منها العیون فقیل یا رسول اللہ ﷺ و عظت موعظة مودع فاعهد الینا بعهد. فقال علیکم بتقوی اللہ ﷻ و السمع و الطاعة و ان عبداً حبشیا و سترون من بعدی اختلافا شدیداً فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالواجذ و ایاکم و الامور

المحدثات فان کل بدعة ضلالة. (ابن ماجة باب اتباع سنة رسول اللہ)

ترجمہ: عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ایک بلوغت نصیحت فرمائی جس سے دل دھڑک اٹھے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تو ایسی نصیحت کی ہے جیسے ایک رخصت ہونے والا نصیحت کرتا ہے تو ہمیں آپ ﷺ کوئی نصیحت فرمائیے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تقویٰ کو لازم پکڑو اور سننے اور اطاعت کرنے کو اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام ہی امیر ہو اور عنقریب میرے بعد تم سخت اختلاف دیکھو گے تو اس وقت میری سنت اور خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں کی سنت کو لازم پکڑنا اور ان کو دانتوں سے زور سے پکڑنا اور نئے نئے کاموں سے بچنا کیوں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

استشہاد: یہ حدیث بڑی کثیر الفوائد ہے۔ اس سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا بیان ایسا پُر تاثر ہوتا تھا کہ اس سے دل ڈرتے تھے اور آنکھیں آنسو بہانے لگتی تھیں، دوسری یہ کہ رخصت کے وقت نصیحت و وصیت مسنون ہے۔ تیسری یہ کہ تقویٰ شریعت کی روح ہے۔ چوتھی یہ کہ حاکم کی فرمانبرداری لازم ہے۔ بشرطیکہ وہ مومن ہو اور خلاف شریعت حکم نہ کرتا ہو یعنی لوگوں کو ایسا کام کرنے کا حکم نہ دے جس میں خالق کی معصیت ہو۔ پانچویں یہ کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے کے بعد بڑا اختلاف ہوگا اور ویسا ہی ہوا خیر القرون (قرون ثلاثہ) کے بعد بہت سے مذاہب محدثہ اور مشارب متفرقہ پھیلے اور ہر ایک اپنے اپنے مذہب پر خود رسد (خوش) ہوا اور ہر ایک نے اپنا ایک امام اور پیشوا ٹھہرایا کہ اختلاف کے وقت

اسی کی طرف رجوع کرے اور نبی کریم ﷺ کی وصیت کو بھول گیا حالانکہ آپ ﷺ نے وصیت کی تھی کہ اس وقت میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر چلنا۔ چھٹی بات یہ کہ امور محدثات (دین میں نئے نئے کام) سے بچو اس میں وہ تمام بدعتیں آگئیں جو قرون ثلاثہ کے بعد پھیلی ہیں۔ انھیں میں سے ایک تقلید بھی ہے اس لیے کہ خیر القرون میں تقلید کا وجود نہ تھا۔ ساتویں یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور جس سے معلوم ہوا کہ بدعت کی تقسیم، حسنہ اور سیئہ کی طرف غلط محض اور لغو بحث ہے۔

سنة الخلفاء الراشدين کا حقیقی مفہوم: اصول فقہ حنفی کی کتاب المنار میں ہے المعرفة اذا اعيدت كانت الشانہ عين الاولي یعنی معرفہ جب معرفہ کی صورت میں لوٹایا جائے تو دوسرا پہلے کا عین ہوتا ہے مثلاً عربی شاعر کہتا ہے

اذا اشتدت بك البلوى ففكر في الم نشرح

ففسر بين يسرين اذا فكرته نفرح

ترجمہ: جب مصیبت تیرے اوپر سخت ہو تو سورۃ الم نشرح میں غور کرو ہاں دیکھے گا کہ ایک پریشانی دو آسانوں کے درمیان ہے تو خوش ہو جائے گا۔

قرآن میں ہے: فان مع العسر يسرا. ان مع العسر يسرا

یہاں العسر معرفہ ہے اور اس کو معرفہ کی صورت میں لوٹایا گیا ہے اور دوسرا العسر پہلے کا عین ہے۔

اب حدیث مذکور کو دیکھئے، سنت کا لفظ دوبارہ معرفہ میں آیا ہے۔ اسی قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر ملا علی قاری حنفی نے جو معنی اس کا بیان کیا ہے اسے دیکھئے و سنة الخلفاء الراشدين فانهم لم يعملوا الا بسنتی

فلاضافة اليهم الالعملهم بها و اختيارهم اياها. (مرقاة شرح مشکوة طبع مصر ج ۱ ص ۱۹۹)

یعنی خلفاء راشدین کی سنت (روش) اختیار کرنے کو اس لیے فرمایا ہے کہ انھوں نے بھی نبی کریم ﷺ کی سنت پر ہی عمل کیا تھا لہذا ان کی طرف سنت کی اضافت یا تو اس وجہ سے ہے کہ خود انھوں نے اس پر عمل کیا یا اس لیے کہ انھوں نے سنت نبویہ سے کوئی امر استنباط کر کے اسے اختیار کیا۔ شیخ محمد طاہر حنفی نے اتنا اور زیادہ

کیا ہے کہ ولانہ علم بعض سنتہ لا يشتهر الا في زمانهم فاضاف اليهم رفعا لتوهم من رد

تسلک السننة (مجمع البحار ج ۱ ص ۳۶۷) یعنی رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا (اللہ کے خبر دینے سے) کہ آپ کی بعض سنتیں انھیں خلفاء راشدین کے زمانے میں مشہور ہوں گی تو سنت کی نسبت ان کی طرف اس

شخص کے وہم کو دفع کرنے کے لیے فرمادی جو ان سنتوں کو رد کرے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ خلفاء راشدین نے بعض دفعہ کسی متروک سنت کو جاری کیا اور بعض دفعہ کسی سنت نبویہ سے استنباط مسائل کر کے انہیں معمول بھی بنایا۔ انہیں دونوں صورتوں کی بابت ارشاد ہوا کہ خلفاء راشدین کی پیروی کرنا نہ کہ خلفاء اپنی رائے سے جو فتویٰ دیں یا سیاستاً کوئی حکم جاری کریں ان میں ان کی تقلید کرنا۔

مقلدین احناف کو دیکھئے انہوں نے اس حدیث کے خلاف صدہا مسائل میں خلفاء راشدین کی سنت کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

حنفیوں کے نزدیک نماز جعفر میں یعنی اجالے میں ہے، ہدایہ میں ہے ویستحب الاسفار بالفجر، (ہدایہ کتاب الصلوٰۃ ص ۶۶) اور حازمی کتاب الاعتبار میں لکھتے ہیں

التغلیس افضل روينا ذلك عن الخلفاء الراشدين ابى بكر و عمر عثمان و على و عن ابن مسعود ابن موسى و ابن الزبير و عائشه و ام مسلمة. (کتاب الاعتبار للحازمی ص ۷۲) غلس (منہ اندھیرے) میں نماز فجر کی فضیلت مروی ہے۔ خلفاء راشدین ابو بکر و عثمان و علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ ابن الزبیر، عائشہ اور ام سلمہ سے، غور کیجئے اس مسئلے میں ابن مسعود کی بھی مقلدین نے پرواہ نہیں کی۔

(۲) عن جابر ان عمر ابن الخطاب اتى رسول الله بنسخة من التوراة فقال يا رسول الله هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ووجه رسول الله يتغير فقال ابو بكر ثكلتك الثواكل ما ترى ما بوجه رسول الله فنظر عمر الى وجه رسول الله فقال اعوذ بالله من غضب الله و من غضب رسوله رضينا بالله ربا و بالاسلام ديناً و بحمد نبيا فقال رسول الله و الذى نفس محمد بيده لو بدلكم موسى فاتبعتموه و تركزتمونى لضللتم عن سواء السبيل و لو كان موسى حياً و ادرك نبوتى لاتبعنى. (دارمی)

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ تورات کا ایک نسخہ لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ تورات کا ایک نسخہ ہے۔ یہ سن کر آپ چپ رہے تو حضرت عمرؓ اس کو پڑھنے لگے اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ بدلنے لگا تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ رونے والیاں تجھ پر روئیں کیا تو رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو نہیں دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دیکھا تو کہا ہم راضی ہوئے اللہ کے رب ہونے کے اعتبار سے اور اسلام کے دین ہونے کے اعتبار سے اور محمد ﷺ کے

نبی ہونے کے اعتبار سے پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اگر موسیٰ بھی ظاہر ہو جائیں اور تم ان کی اتباع کرنے لگو تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پاتے تو انہیں بھی میری اتباع کرنی پڑتی۔

تشریح: اس ارشاد نبوی ﷺ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی پیروی کرنے والا گمراہ ہوگا تو نبی کریم ﷺ کی احادیث و سنن کی موجودگی میں جو امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور دیگر اماموں کی تقلید کو فرض و واجب سمجھے اور ان کے قول کو دستور العمل بنائے اور ان کو حدیث رسول ﷺ پر ترجیح دے تو ایسے شخص کے ایمان و عمل کے اکارت ہو جانے اور اس کے گمراہ ہونے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔

(۳) عن جابر بن عبد الله قال كنا عند النبي ﷺ فحط خطا و خط خطين عن يمينه و خط خطين عن يساره ثم وضع يده في الخط الاوسط فقال هذا سبيل الله ثم تلا هذه الآية وان هذا صراطى مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله. (ابن ماجہ۔ باب اتباع رسول اللہ ﷺ)

ترجمہ: جابر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے آپ نے ایک خط کھینچا پھر اس خط کے دائیں طرف دو خط کھینچے اور اس کے بعد اس خط کے بائیں طرف دو خط کھینچے پھر بیچ والے خط پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر یہ آیت تلاوت کی۔

وان هذا صراطى مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله. یعنی اللہ فرماتا ہے کہ یہ میری راہ ہے جو بالکل سیدھی ہے تو تم اسی راہ پر چلو اور راہوں پر نہ چلو کیوں کہ وہ راہیں تمہیں اس کی راہ سے بھٹکا دیں گی۔

تشریح: یہ حدیث درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے قولی معجزات میں سے ہے یعنی آپ ﷺ نے اللہ سے خبر پا کر امت کو یہ تنبیہ کی ہے کہ اس پر ایک پُر آشوب زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ کتاب و سنت کی اتباع چھوڑ کر چار راستوں یعنی چار اماموں کی تقلید اپنے اوپر لازم کر کے فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ آپ نے درمیانی لکیر کو سبیل اللہ (اللہ کا راستہ) کہا۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ چاروں فرقے اس صراط مستقیم سے علیحدہ ہوئے پھر اسی میں آکر مل گئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ نکلے کیوں تھے؟ سیدھے راستے کو چھوڑ کر چار الگ راستوں پر چلنا پھر آگے چل کر سیدھے راستے پر مل جانا آخر اس سے کیا فائدہ مقصود ہے؟

عن ابن شہاب ان سالم بن عبد اللہ حدثہ انہ سمع رجلاً من اهل الشام وهو يسئل عبد اللہ بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبد اللہ بن عمر . هي حلال . فقال الشامی ان اباک قد نهی عنها . فقال عبد اللہ بن عمر اريت ان كان ابی نهی عنها وصنعها رسول اللہ ﷺ امر ابی يتبع ام امر رسول اللہ ﷺ فقال الرجل بل امر رسول اللہ ﷺ . فقال : لقد صنعها رسول اللہ ﷺ (ترمذی کتاب الحج)

ترجمہ: شام سے ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آیا اور ان سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا حج تمتع جائز ہے تو شامی نے کہا لیکن آپ کے والد عمر بن خطاب نے توجہ تمتع سے منع کیا ہے۔ تو عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ میرے باپ نے منع کیا مگر رسول اللہ ﷺ نے کہا، تو میرے باپ کی اتباع کی جائے گی یا رسول اللہ ﷺ کے حکم کی؟ تو شامی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی۔ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔

(۶) عن علی بن حسن مروان بن الحکم قال : شهدت عثمان و علیا و عثمان ینہی عن المتعة وان یجمع بینہما فلما رای علی اهل بہما لبیک بعمرة و حجة قال ما کنت لادع سنة النبی لقول احد . (بخاری کتاب الحج)

ترجمہ: مروان بن حکم نے کہا کہ میں اس وقت موجود تھا جب عثمان غنی اپنی خلافت میں حج تمتع اور حج قرآن سے منع کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے یہ دیکھ کر یوں احرام باندھا لبیک بعمرة و حجة (یعنی قرآن کیا) اور فرمایا کہ میں کسی کے کہنے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔

تشریح: مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے قول و فعل کے مقابلے میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کی بات نہیں مانی جاسکتی تو بھلا رسول اللہ کی احادیث کے مقابلے میں اماموں کے اقوال و اجتہاد کی کیا وقعت رہ جاتی ہے۔

(۷) عن کثیر بن قیس قال ، کنت جالساً عند ابا الدرداء فی مسجد دمشق فاتاه رجل فقال یا ابا الدرداء اتینک من المدینة ، مدینة رسول اللہ ﷺ لحديث بلغنی انک تحدث به عن النبی ﷺ قال : فما جاء بک تجارة؟ قال لا . قال وما جاء بک غیره؟ قال لا ، قال فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول : من سلك طريقاً یلتمس فیہ علماً .

سهل الله له طريقاً الى الجنة وان الملائكة لتضع اجنحتها رضى لطالب العلم وان طالب العلم يستغفر له من فى السماء والارض حتى الحيتان فى الماء وان فضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر الكواكب وان العلماء ورثة الانبياء ان الانبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً انما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر . (ابن ماجه . باب فضل العلماء والحث على طلب العلم)

ترجمہ: کثیر ابن قیس نے کہا میں ابوالدرداءؓ کے پاس مسجد دمشق میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے ابودرداءؓ میں آپ کے پاس شہر رسول ﷺ سے آیا ہوں ایک حدیث کے لیے کہ مجھے ایک خبر ملی ہے کہ تم روایت کرتے ہو اس کو نبی پاک ﷺ سے۔ ابودرداءؓ نے کہا تم کسی تجارت کے لیے آئے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ انھوں نے کہا اس کے علاوہ کسی اور کام سے آئے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ تب ابودرداءؓ نے کہا بے شک میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلے گا تو اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا اور بے شک طالب علم کی رضا کے لیے فرشتے اپنا پر بچھا دیتے ہیں اور طالب علم کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں حتیٰ کہ پانی میں چھلیاں بھی۔ اور عالم کی فضیلت عابد کے اوپر ایسی ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام تاروں پر۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء اپنا ترکہ دینار و درہم میں نہیں چھوڑتے وہ اپنا ترکہ علم کی شکل میں چھوڑتے ہیں۔ جس نے علم کو لیا اس نے بڑا حصہ لیا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علم کا ترکہ چھوڑ کر جاتے ہیں اور ظاہر ہے علم نام ہے اس معرفت کا جو دلیل سے حاصل ہو اور تقلید نام ہے بے دلیلی کا، پس تقلید کو علم سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقلد اعمیٰ (اندھی تقلید کرنے والا) علماء کی جماعت سے خارج ہے۔ انبیاء کی میراث سے محروم ہے جو درہم و دینار نہیں بلکہ ان کا ورثہ علم ہے۔

(۸) عن عبد الله بن مسعود قال ، قال رسول الله ﷺ خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم ياتي قوم بعد ذلك تسبق ايمانهم شهاداتهم او شهاداتهم ايمانهم . (ترمذی ، كتاب المناقب باب ماجاء فى فضل من راي النبی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب زمانوں سے میرا زمانہ بہتر

ہے پھر جو اس کے بعد ہوگا، پھر جو اس کے بعد ہوگا پھر ایسے لوگ آئیں گے جو گواہی سے پہلے تم کھائیں گے اور تم سے پہلے گواہی دیں گے۔

استنبہاد: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے تین زمانوں کی خیریت اور بہتری کی خبر دی ہے اور ان تینوں زمانوں کے لوگوں کا مذہب قرآن اور حدیث تھا ان زمانوں میں نہ تو یہ قیاس و رائے سے بھری کتابیں تھیں نہ آنکھیں بند کر کے کوئی کسی بزرگ، امام، یا عالم کے پیچھے بھاگتا تھا بلکہ ہر شخص علی وجہ البصیرۃ دلائل قرآن و حدیث دیکھ کر مذہب پر چلتا تھا اور قال اللہ و قال الرسول پر جان چھڑکتا تھا۔ اس کے بعد چوتھے زمانے کی برائی بطور خاص جھوٹی گواہی کی خبر دی۔

پس مومن تبع کے لیے لازم ہے کہ دین کی سند انہیں تین زمانوں میں ڈھونڈے اس کے بعد جو امور مسلمانوں میں ایسے پیدا ہوئے جن کی نظر ان تین زمانوں میں نہ ہو اس کو لغو جانے، ظاہر ہے کہ جب خیر القرون میں تقلید کا وجود نہ تھا تو تقلید لغوی ٹھہری اور مومن کے لیے والذین ہم عن اللغو معروضون (مومنوں آیت ۳) کے پیش نظر ضروری ہے کہ لغو سے اعراض کرے۔

(۹) عن ابن عمر قال، قال رسول اللہ ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم۔ (ابوداؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشهرة)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

استنبہاد: عیسائیوں کا خود ساختہ عقیدہ ہے کہ اناجیل اربعہ (۱) متی (۲) مرقس (۳) لوقا (۴) یوحنا چاروں کتابیں برحق ہیں حالانکہ ہر کتاب الگ الگ طریقہ پر ہے آج مقلدین طبقہ بھی چار اماموں کو برحق کہتا ہے جب کہ چاروں میں زبردست اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک چیز ایک امام کے نزدیک حلال ہے تو دوسرے امام کے نزدیک حرام ہے۔

مندرجہ ذیل حدیث ضعیف ہے:

عن عمر بن الحارث ابن اخی المغیرہ بن شعبۃ عن ناس من اہم حمص من اصحاب معاذ عن معاذ ان النبی لما بعثہ الی الیمن قال ان عرض لک قضاء کیف تقضی؟ قال: اقضی بکتاب اللہ قال: فان لم یکن فی کتاب اللہ قال: فبسنة رسول اللہ

قال فان لم یکن فی سنة رسول اللہ. قال: اجتهد برائی ولا آلو ا قال فضر ب صدره ثم

قال: الحمد لله الذی وفق رسول رسول اللہ ﷺ لما یرضی رسول اللہ (داری)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے جب معاذ کو یمن بھیجا تو فرمایا اگر تمہارے پاس کوئی فیصلہ کے لیے آئے تو کیسے فیصلہ کرو گے۔ کہا میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو۔ تو کہا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے۔ فرمایا اگر سنت میں بھی نہ ملے تو؟ تو کہا میں اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا تو نبی کریم ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

اس حدیث کی سند پر بحث: قال الترمذی لانعرفہ الامن هذا الوجه و لیس اسناد عندی بمتصل۔ (ترمذی: ج ۱: ص ۴۱۳)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم اس حدیث کی کوئی اور سند نہیں پہچانتے اور اس کی سند میرے نزدیک متصل نہیں۔ امام جوزقانی فرماتے ہیں: هذا حدیث باطلہ من لقیته من اهل العلم بال نقل عنه فلم اجده طریقا غیر هذا والحارث بن عمرو هذا مجهول واصحاب معاذ من اهل حمص لا یعرفون ومثل هذا الاسناد لا یعمد علیہ فی اصل من اصول الشریعة (مرقاۃ الصعود حاشیہ ابوداؤد ج ۱، ص ۱۴۹)

امام جوزقانی نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے میں جن جن اصحاب حدیث سے ملا ان سے اس حدیث سے متعلق دریافت کیا لیکن اس کا کوئی طریق سوائے اس طریق کے نہ مل سکا اس کی سند میں حارث بن عمرو مجهول ہے اور معاذ سے بیان کرنے والے اہل حمص بھی مجهول ہیں اور ایسی سند پر اصول شریعت کے معاملے میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو.....

(۱) کیا حضرت معاذ کی تقلید اب بھی یمن میں ہوتی ہے۔ اگر نہیں تو اس واقعے سے کسی فوت شدہ امام کی تقلید کیسے ثابت ہوئی۔

”اصحابی کالنجوم“ حدیث موضوع ہے۔

اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم اہتدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے کسی کی اقتداء کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔
علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ المجلد الاول ص ۱۴۴ پر
یہ حدیث نقل کر کے فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

اس حدیث کو ابن عبدالبر نے جامع العلم (۸۲/۲) میں بطریق سلام بن سلیم حدیث الحارث بن غصین
عن الأعمش عن ابی سفیان عن جابر مرفوعاً نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں ابن عبدالبر نے کہا:

هذا اسناد لا تقوم به حجة لان الحارث بن غصين مجهول اس سند سے دلیل قائم
نہیں ہو سکتی کیوں کہ اس میں حارث بن غصین مجہول ہیں۔ ابن حزم نے کہا یہ روایت ساقط ہے اس
میں ابو سفیان ضعیف ہے اور سلام بن سلیمان موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے اور یہ روایت
بھی بلاشبہ انھیں موضوع حدیثوں میں سے ایک ہے۔

اقوال صحابہ دربارہ تقلید: اقوال صحابہ دربارہ تقلید: قال محمد بن سيرين سمعت ابن عمر
يقول: لا يزال الناس على الطريق ما اتبعوا الاثر. (المدخل. للسنن الكبرى للبيهقي ص ۱۹۷)
ترجمہ: محمد بن سيرين نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو یہ فرماتے سنا کہ لوگ ہمیشہ صحیح راستے پر ہیں گے
جب تک وہ حدیث کی پیروی کرتے رہیں گے۔

عن عبد الله بن مسعود قال: اتبعوا ولا تبتدعوا ولا يقلدن احدكم دينه عالماً
(رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح)
ترجمہ: عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: اتباع کرو اور بدعتیں مت نکالو اور تم میں سے کوئی اپنے دین میں کسی
عالم کی تقلید نہ کرے۔

تقلید کے بارے میں ائمہ اربعہ کا موقف:

اقوال ابوحنیفہ: (۱) لا يحل لاحد ان ياخذ بقولنا ما لم يعلم من اين اخذناه.

(الانتقاء لابن عبد البر ص ۱۳۰) (غاية الاماني في الرد على النبهاني- ج ۱، ص ۶۹)

ترجمہ: کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر عمل کرے یا اس سے دلیل پکڑے جب تک یہ نہ
جان لے کہ ہم نے اس کو کہاں سے لیا ہے۔

امام صاحب کے مذکورہ قول سے دو باتیں بالکل ظاہر ہیں ایک تو یہ جس طرح مجتہد کے لیے کسی کی

تقلید جائز نہیں کیوں کہ اگر وہ شخص مجتہد ہے تو پھر اس کے لیے دلیل معلوم کرنا ضروری ہے ورنہ وہ مجتہد ہی
نہیں رہے گا اسی طرح عامی کے لیے بھی تقلید جائز نہیں کیوں کہ امام صاحب کے مذکورہ قول میں عامی اور
مجتہد کی تخصیص نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ دین میں کسی کی بات پر عمل کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک
اس عمل کی دلیل شرعی کی معرفت حاصل نہ ہو جائے۔

(۲) حرام علی من لم يعرف دلیلی ان یفتی بکلامی. (میزان کبریٰ للشعرانی ج ۱، ص ۵۵)

ترجمہ: جس شخص کو میری دلیل کا علم نہ ہو اسے میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے۔

(۳) فأننا بشر نقول القول اليوم ونرجع عنه غداً (صفة صلاة النبي ص ۳۷)

ترجمہ: ہم انسان ہیں آج ایک بات کہتے ہیں دوسرے دن اس سے رجوع کر لیتے ہیں۔

(۴) ويحك يعقوب لا تكتب كل شيء مني فاني قدارى الراى اليوم واتركه

غدا وارى الراى غدا واتركه بعد غد. (میزان کبریٰ للشعرانی ج ۱، ص ۶۲)

ترجمہ: اے یعقوب تیرے اوپر افسوس ہے۔ وہ ساری چیزیں مت لکھ لیا کرو جو تم مجھ سے سنتے ہو کیوں کہ
آج میں ایک رائے قائم کرتا ہوں اور کل اس کو چھوڑ دیتا ہوں اور کل ایک رائے قائم کرتا اور پرسوں اس کو
چھوڑ دیتا ہوں۔

(۵) اذا صح الحديث فهو مذهبي. (ایفاظ ہم اولی الابصار نصائح خلافی- ص ۵۱)

ترجمہ: جب حدیث صحیح آجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

(۶) اذا قلت قولاً يخالف كتاب الله وخير الرسول فاتركوا قولی. (ایفاظ ہم اولی

الابصار نصائح خلافی- ص ۵۰)

ترجمہ: جب میں کوئی مسئلہ بتاؤں اور وہ کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کے خلاف ہو تو میرا قول چھوڑ دو۔

اقوال امام مالک: (۱) انما انا بشر اخطى واصيب فانظروا في رائي فكل ما

وافق الكتاب والسنة فخذوه و كل ما لم يوافق الكتاب والسنة فاتركوه (جامع بیان

العلم- لابن عبد البر، ج ۱، ص ۳۲، واصول الاحكام لابن حزم ج ۶، ص ۱۳۹)

ترجمہ: میں انسان ہی تو ہوں میری رائے غلط بھی ہوتی ہے اور صحیح بھی۔ تو میری رائے کو پرکھو، جو کتاب و

سنت کے موافق ہو اسے لے لو اور جو کتاب و سنت کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔

(۲) ليس احد بعد النبي الا ويؤخذ من قوله ويترك الا للنبي. (جامع بيان العلم لابن عبدالبر، ج ۱، ص ۳۲، واصلون لابن حزم ج ۶، ص ۱۳۹)
ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی ایسا نہیں ہے جس کی بات لی جاسکتی ہو اور چھوڑی بھی جاسکتی ہو سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے۔

اقوال امام شافعی: (۱) اذا صح الحديث فهو مذهبي. (المجموع للنووي ج ۱، ص ۶۳)
ترجمہ: جب صحیح حدیث آجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

(۲) اذا وجدتم في كتابي خلاف سنة رسول فقولوا بسنة رسول الله ودعوا ما قلت. (مناقب الشافعي للبيهقي، ج ۱، ص ۳۷۲)

ترجمہ: جب تم میری کتاب میں سنت رسول ﷺ کے خلاف پاؤ تو سنت رسول ﷺ کو لے لو اور میرے قول کو چھوڑ دو۔

(۳) كل حديث عن النبي فهو قولی وان لم تسمعه مني. (مناقب الشافعي لابن ابی حاتم، ص ۹۳)
ترجمہ: نبی کریم ﷺ سے جو حدیث ثابت ہو، وہی میرا قول ہے اگرچہ تم لوگوں نے اس کو مجھ سے نہ سنا ہو۔

(۴) كل متكلم من الكتاب والسنة فهو الحق وما سواه هذيان، (توالی التائیس لابن جریر، ص ۱۱۰)
ترجمہ: جو آدمی کتاب و سنت سے بات کر رہا ہو وہ حق بات ہے اس کے سوا جو کچھ بھی ہے بکواس ہے۔

اقوال امام احمد بن حنبل: (۱) لا تقلدوني ولا تقلدوا مالكا ولا الشافعي ولا الاوزاعي ولا الثوري وخذوا من حيث اخذوا. (اعلام الموقعين ص ۳۰۲، ج ۲)
ترجمہ: میری تقلید نہ کرو نہ مالک کی تقلید کرو نہ شافعی کی نہ اوزاعی کی نہ ثوری کی۔ تم وہیں سے لو جہاں سے انھوں نے لیا ہے۔

(۲) من رد حديث رسول الله ﷺ فهو علي شفا هلكة (صفحة صلاة النبي الاباني ص ۵۳)
ترجمہ: جس نے حدیث رسول ﷺ کو رد کیا ہے وہ تباہی کے کنارے پر ہے۔

علامہ عابد سندھی نے فرمایا:

علامہ عابد سندھی طوابع الانوار حاشیہ در مختار میں شیخ ابوالعالی سندھی سے نقل کیا ہے۔

وجوب تقليد مجتهد معين لاحجة عليه لا من جهة الشريعة ولا من جهة العقل.

”مجتہد معین کی شخصی تقلید کے وجوب کی دلیل نہیں نہ عقلی نہ شرعی۔ (الارشاد مطبوعہ انصاری ص ۶۳)
مقلد انسان حیوان ہے: قال عبد الله المعتمر: لا فرق بين بهيمة تنقاد و انسان يقلد.
ترجمہ: عبد اللہ بن معتمر فرماتے ہیں کہ مقلد انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔ (اعلام الموقعين مطبوعہ شراف المطالعة، ج ۱، ص ۱۲۷)

تقليد ایک آفت: هذا كلهن آفة التقليد و عدم رجوعهم الي مدارك الحديث.
یعنی شرح ہدایہ میں ہے ”اور یہ ساری غلطیاں تقلید کی آفت سے ہیں اور ان لوگوں کی کتب حدیث کی طرف رجوع نہ کرنے سے۔ (الارشاد مطبوعہ انصاری ص ۱۶۶)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرمایا: علماء راہ پیغمبری رسانیدہ شود بلکه بخدائے (فتاویٰ عزیزہ ج ۱، ص ۱۷۶)

ترجمہ: مقلدین نے علماء کو پیغمبر کا درجہ دے دیا بلکہ خدا کا۔

نیز فرمایا: من اللطائف التي قلما ظفر بها جدلي كحفظ مذهبه ما اختره المتأخرون لحفظ مذهب ابی حنیفة وہی عدة قواعد یردون ماجمیع ما یحتج بها علیہم من الاحادیث الصحیحة. (فتاویٰ عزیزہ ص ۶۲)

متاخرین کے چند گھڑے ہوئے قواعد امام ابوحنیفہ کے مذہب کی حفاظت کے لیے جو دنیا کے عجائبات میں سے ہیں ان قواعد کی بدولت وہ تمام احادیث صحیحہ کو رد کر دیتے ہیں جو ان کے مذہب کے خلاف ہو۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا: وحنفیان برائے احکام مذہب خود اصل چند تراشیدند الخاص بین فلا یلحقه البیان، العام قطعی کا الخاص، المفہوم المخالف غیر معتبر، الترجیح بکثرة الرواة غیر معتبر، الزیادة علی الكتاب نسخ. (فرق العینین، ص ۱۸۶)

ترجمہ: احناف نے اپنے مذہب کی پیچیدگی کے لیے کچھ اصول گڑھ لیے ہیں مثلاً خاص بین ہے اسے بیان کی حاجت نہیں، عام بھی خاص کی طرح قطعی الدلالة ہے، مفہوم مخالف معتبر نہیں، راویوں کی زیادتی کی وجہ سے ترجیح معتبر نہیں، کتاب اللہ پر زیادتی کتاب کا نسخ ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا: التقليد حرام ولا یحل لاحد ان یاخذ قول احد غیر رسول الله بلا برهان. (عقد الجید مطبوعہ صدیقی لاہور، ص ۳۹)

ترجمہ: تقلید حرام ہے اور کسی کو حلال نہیں کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کے قول کو بلا دلیل اخذ کرے
علامہ زحمری نے یہ مثل لکھی۔ ان کان للضلال ام فالتقلید امہ

فلا جرم ان الجاهل یقلدہ. (اطواق الذہب مطبوعہ مصر ص ۴۷)

اگر گمراہی کی کوئی ماں ہے تو تقلید ہی اس کی ماں ہے یقیناً جاہل ہی تقلید کرتا ہے۔

علامہ ابن حزم نے فرمایا: واہرب عن التقلید فہو ضلالۃ

ان المقلد فی سبیل الہالک (معیار الحق مطبوعہ رحمانی ص ۲۵۲)

تقلید سے بھاگ کیوں کہ وہ گمراہی ہے بے شک مقلد ہلاکت کے راستے میں ہے۔

ما معین حنفی نے فرمایا: من یعتصب بواحد معین غیر رسول اللہ ویری ان قولہ هو الصواب

الذی یجب اتباعہ دون الائمة الاخرین فہو ضال جاہل بل قدیکون کافراً یستتاب

فان تاب والا قتل فانہ متی اعتقدانہ یجب علی الناس اتباع واحد بعینہ من ہذا الائمة

دون الاخرین فقد جعلہ بمنزلۃ النبی ﷺ وذلک کفر.

(کہا ابن عز نے ہدایہ کے حاشیہ میں) جو شخص کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور خاص ایک ہی شخص کے

مذہب پر اڑا رہے اور یہ سمجھے کہ اسی کی بات صحیح اور واجب الاتباع ہے اور کسی کی ائمہ میں سے صحیح نہیں ہے

پس وہ گمراہ اور جاہل ہے بلکہ کافر ہی ہو جاتا ہے۔ اس سے توبہ کروائی جائے پس اگر توبہ کر لے تو بہتر ہے

ورنہ اسے قتل کر دیا جائے کیوں کہ جب اس نے اس بات کا اعتقاد کیا کہ لوگوں پر ایک خاص شخص کی

متابعت واجب ہے تو اس کو بمنزلۃ نبی کے ٹھہرایا اور یہ کفر ہے۔ (دراسات اللیب مطبوعہ لاہور ص ۱۲۵)

مولانا جلال الدین رومی نے فرمایا: پس خطر باشد مقلد را عظیم

ازرہ و ہزن ز شیطان مردود و اکو سے بڑے بڑے خطرے ہیں۔

مقلد کو شیطان مردود و اکو سے بڑے بڑے خطرے ہیں۔

سعدی شیرازی نے فرمایا: خلاف پیمر کے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید. (بوستاں مطبوعہ نول کشور ص ۷۱)

نبی ﷺ کے خلاف جس نے راستہ اختیار کیا وہ کبھی منزل پر نہیں پہنچے گا۔

مقلد ولی نہیں ہو سکتا:

ان الولی الکامل لایکون مقلداً انما یاخذ علمہ من العین التی اخذ منها المجتہدون.

(میزان کبریٰ للشعرانی مطبوعہ مصر۔ ص۔ ۲۰)

ولی کامل مقلد نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنا علم اسی چشمہ سے لیتا ہے جس سے مجتہدوں نے لیا۔

حنفیوں میں کوئی ولی نہیں ہوا: قیل للشیخ الجیلانی هل کان للہ ولیاً علی غیر اعتقاد احمد

بن حنبل فقال ما کان ولا یکون. (طبقات ابن رجب، ج ۱، ص ۱۰۲)

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی سے پوچھا گیا کہ کیا امام احمد بن حنبل کا اعتقاد رکھنے والوں

کے سوا کوئی اور ولی ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔“

مذہب حنفی کے کثرت شیوع کے متعلق ایک مغالطہ کا ازالہ

حنفی حضرات کہتے ہیں کہ مذہب حنفی کی اس قدر ترقی و شہرت اور اس کا کثرت شیوع اس کے حق

ہونے کی دلیل ہے۔

جواب یہ ہے کہ مذہب حنفی کے کثرت شیوع کی وجہ یہ ہے کہ اکثر سلاطین (بادشاہ) حنفی المذہب

گزرے ہیں اور فحوائے ”الناس علی دین ملوکھم“ (کہ رعایا اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتی ہے) مذہب

حنفی کی کثرت من وجہ السلاطین ہوئی۔ بادشاہ اور عام لوگ تو اسی مذہب کو ضرور پسند کریں گے جو ان کی

خواہش کے موافق ہو اور مذہب حنفی اس کا مصداق تھا۔

تقلیدی تعصب کی کہانی مولانا رشید احمد گنگوہی کی زبانی:

دیوبندی حکیم الامت ان کی سوانح عمری (تذکرۃ الرشید ۱۲۱ مطبوعہ بلائی پریس سادھوڑہ) میں لکھتے ہیں:

”مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد (یعنی اپنے مذہب کے امام

کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے تو ان کے قلب میں انشراح و انبساط نہیں رہتا بے چین ہو

جاتے ہیں) بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے، پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو، خواہ کتنی

ہی دلیل قوی اس کے معارض ہوں بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کچھ نہ ہو بلکہ خود اپنے دل میں

بھی اس تاویل کی وقعت نہ ہو، مگر نصرت مذہب کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں یہ دل نہیں مانتا کہ قول

مجتہد (اپنے مذہب) کو چھوڑ کر حدیث صریح پر عمل کر لیں۔“

حضرت مولانا شرف علی تھانوی کی رنجیدگی: مولانا شرف علی صاحب تھانوی، مقلدین کی سکھا شاہی اور اصول فقہ کے جو رو بھٹا سے رنجیدہ ہو کر خون کے آنسو یوں بہاتے ہیں۔
 ”مقلدین نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطا و مصیب و جو با اور مفروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح، مخالف قول امام ہو اور مستند قول امام کا مجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سی علل اور خلل، حدیث میں پیدا کر کے، یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے اور قول امام کو نہ چھوڑیں گے۔“ (فتاویٰ امدادیہ۔ ج ۵ ص ۹۵)

شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی نے فرمایا:

فرماتے ہیں: ”کلام صحابی اگر مخالف حدیث ہو اور تاویل کی گنجائش نہ ہو تو اس کو ترک کر دینا چاہیے اور افعال رسول ﷺ کو اپنا مذہب قرار دینا چاہیے۔“ (حسن القریٰ ص ۱۲۷)
تلبیس ابلیس: عبدالرحمن جوزی نے اپنی کتاب ”تلبیس ابلیس“ میں لکھا ہے کہ شیطان دو طریقوں سے اس امت کے عقائد میں داخل ہوا۔ (۱) باپ دادوں کی تقلید کی راہ سے (۲) ایسی باتوں میں غور و خوض کرنے سے جس کی تہہ نہیں ملتی یا غور کرنے والا اس کی تہہ میں نہیں پہنچ سکتا۔ پس ابلیس نے دوسری قسم کے لوگوں کو طرح طرح کے خراب خلط ملط میں ڈال دیا۔

رہا طریق اول تو ابلیس نے مقلدین پر یہ رچایا کہ دلیلیں کبھی مشتبہ ہو جاتی ہیں اور راہ صواب مخفی ہو جاتی ہے تو تقلید کر لینا سلامت راہ ہے۔ اس راہ تقلید میں بکثرت مخلوق گمراہ ہوئی اور عموماً اسی سے لوگوں پر تباہی آئی۔ بے شک یہود و نصاریٰ نے اپنے باپ دادوں، پادریوں، پوپوں کی تقلید کی اور اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں لوگ اسی تقلید پر جھے ہوئے تھے۔

اور واضح رہے کہ جس دلیل سے انھوں نے تقلید کی تعریف کی اسی سے اس کی مذمت نکلتی ہے کیوں کہ دلیلیں جب مشتبہ ہو جائیں اور راہ صواب مخفی ہو تو تقلید کو چھوڑ دینا چاہیے تاکہ ضلالت میں نہ پڑیں۔
 دوسرے تقلید کرنے والے عقل کی منفعت زائل کر لیتے ہیں اس لیے کہ عقل تو پیدا کی گئی تھی کہ آدمی غور و تامل کرے اور جس شخص کو اللہ نے یہ شمع دی ہو اگر وہ شمع بجھا کر اندھیرے میں چلے تو اس کی یہ حرکت احمقانہ ہے۔ جتنے اصحاب مذاہب ہیں ان کے ذہنوں میں ایک شخص بڑی شان کا متصور ہو گیا تو جو کچھ اس نے کہا اس کو بے سمجھے بوجھے ماننے اور پیروی کرنے لگے۔ یہی عین گمراہی ہے۔

کیوں کہ درحقیقت بات پر جانا چاہیے بات کہنے والے پر نہیں۔

حارث بن حوط نے حضرت علیؑ سے کہا کہ کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ طلحہؓ اور زبیرؓ باطل پر تھے؟ تو علیؑ نے فرمایا کہ اے حارث تجھ پر معاملہ مشتبہ ہے حق کا پہچانا لوگوں سے نہیں ہوتا بلکہ حق کو پہچان لے تو حق والے کو بھی پہچان لے گا۔ (تلبیس ابلیس لعبدالرحمن الجوزی ۱۳۲۳ھ لابی مع اردو ترجمہ مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۱۱۳-۱۱۲)

تقلید کا منطقی رد: مقلد کا سوال: یہ کہنا کہ دین ایک ہے اس کے چار دین کر دیئے سراسر غلط فہمی ہے۔ یہ اعتراض دین و مذہب کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوتا ہے، اسلام ایک جنس ہے اس کے تحت کئی انواع ہیں۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی جیسے حیوان ایک جنس ہے اس کے تحت کئی انواع ہیں انسان، بقر، غنم، حمار وغیرہ۔
 اہلحدیث کا جواب: جنس، بحیثیت جنس، ماہیت مقررہ نہیں ہوتی جب تک اس کے ساتھ فصل مقوم نہ ملے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حیوان، بحیثیت حیوان کہیں متحقق نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ فصل مقوم نہ ملیں۔ پس اگر اسلام ایک جنس ہے تو وہ حقیقت، شافعییت وغیرہ سے پہلے متحقق تھا یا نہیں؟ اگر متحقق تھا اور یقیناً تھا تو اسلام جنس نہ ہوا اور اگر نہیں تھا تو اسلام کا آغاز ائمہ اربعہ سے ہوا۔

جنس کی تعریف: المقول علی کثیر بن مختلفین بالحقائق یعنی جنس وہ کلی ہے جو ایسے کثیرین پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں جیسے حیوان۔ نوع کی تعریف۔ المقول علی کثیر بن مختلفین بالحقائق نوع وہ کلی ہے جو ایسے کثیرین پر بولی جائے جن کی حقیقتیں ایک ہوں جیسے انسان، پھر جنس اور نوع دونوں ایک کیسے ہوئے جب کہ ان دونوں کی تعریفات متباہن ہیں اہل منطق کی بہت سی بطور خادم رہنے والے لے بھی یہ جانتے ہیں کہ جو فصل نوع کے لیے مقوم ہوگا وہ جنس کے لیے مقسم ہوگا مثلاً حیوان (جنس) کے ساتھ فصل (ناطق) مل کر انواع بنانے کی وجہ سے مقوم ہوں گے تو جنس کے لیے مقسم کہلائیں گے جن کی وجہ سے جنس متعدد اشکال میں تقسیم ہو جائے گی۔

منطق کا طالب علم جانتا ہے کہ بشرط لاشی کے درجے میں مقرر نہیں ہوتی جب تک کہ فصل مقوم اس کے ساتھ مل کر اسے نوع نہ بنا دے۔
 پھر حنفی مذہب کو قبل حقیقت مسلمان کہنا گویا فصل مقوم کے بغیر جنس مقرر ماننا ہے جو داب مصلین کے خلاف ہے۔

نام نہاد قیاس و تفقہ کی راہ: کانت عائشہ یومہا عبدہا ذکوان من المصحف .

(بخاری ص ۷۵۶، ج ۲)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کا غلام ذکوان قرآن دیکھ کر نماز پڑھاتا تھا، مگر فقہ کا کہنا ہے.....

لو نظر المصلی الی المصحف و قرأ منه فسدت صلوتہ لا الی فرج امرأۃ بشہوۃ. (الاشباہ والنظائر مطبوعہ ہند ص. ۴۳۴)

ترجمہ: اگر نمازی نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر عورت کی شرمگاہ جنسی جذبے کے ساتھ دیکھے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

اب اس عقل پروری اور تفقہ نوازی کو کون سمجھے جہاں قرآن دیکھنے سے خشوع ٹوٹے اور عمل کثیر ہو اور شرمگاہ کی طرف جنسی جذبے کے ساتھ توجہ نماز پر کوئی اثر ہی نہ ڈالے۔

عن ابی مسعود قال رسول اللہ یؤم القوم اقرؤہم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراءۃ سواء فاقدمہم فی الحجۃ فان کانوا فی الہجرۃ سواء فاعلمہم بالسنتۃ فان کانوا فی السنۃ سواء فاقدمہم سنا ولا یؤم الرجل فی سلطانہ ولا یقع علی تکرمتہ الا ان یاذن لک .

ترجمہ: ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ قاری ہو۔ پس اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرے جو ہجرت میں مقدم ہو اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرے جو احادیث زیادہ جانتا ہو۔ احادیث جانتے میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرے جس کی عمر زیادہ ہو اور کوئی دوسرے کی جگہ میں جا کر امامت نہ کرے نہ تو اس کی جگہ پر جا کر بیٹھ جائے ہاں اگر وہ اجازت دے تو جائز ہے۔ (نسائی کتاب الامامۃ، باب من ائق بالامامۃ)

قارئین: مذکورہ حدیث کو دیکھیں اس میں امامت کی شرطیں کی بتادی گئیں ہیں اور امام کا جسمانی نقص و عیب مثلاً (اندھا ہونا، لولا ہونا، لنگڑا ہونا) سے پاک ہونا امامت کی شرط ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس کا بھی ذکر فرما دیتے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے اندھے کی امامت کا تذکرہ کئی حدیثوں میں موجود ہے۔

عن انس بن مالک ان رسول اللہ استخلف ابن مکتوم علی المدینۃ مرتین

یصلی بہم و هو اعمی. (مسند احمد حدیث ۱۳۰۳۱، مطبوعہ بیت الافکار ریاض)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ پر (اپنی غیر موجودگی میں) دو مرتبہ عبداللہ ابن

مکتوم کو اپنا جانشین بنایا کہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے جب کہ وہ اندھے تھے۔

عن ابن شہاب عن محمود بن الربیع ان عتبان بن مالک کان یوم قومہ و هو اعمی .

(نسائی، باب امامۃ الاعمی)

ترجمہ: عتبان بن مالک اندھے تھے اور اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔ حیرت ہے ان احادیث کے ہوتے ہوئے گلبرگہ میں موجود ایک عالم نما جاہل کا کہنا ہے کہ جسمانی نقص و عیب والے آدمی کی امامت درست نہیں۔ یا للجب

قال صاحب کتاب موافی الفلاح الحنفی عن ماء البر النجس الذی وقع فیہ حیوان ثم مات وانتفخ فان عجن بما ئھا یلقی للکلاب او یعلف بہ المواشی وقال بعضہم یباع

لشافعی (مرفی الفلاح۔ ص ۲۱، ۲۲)

ترجمہ: صاحب مرقا الفلاح حنفی نے کہا کہ کنویں کا پانی کسی جانور کے مرجانے اور پھول پھٹ جانے سے نجس ہو جائے اور اس نجس پانی سے آٹا گوندھ لیا جائے تو بعد میں علم ہو جائے کہ پانی نجس تھا تو آٹا یا تو کتے کو ڈال دیا جائے یا چوپایوں کو کھلا دیا جائے۔ ایک نے تو کہا کہ شافعی مذہب والوں کو یہ آٹا بیچ دیا جائے، حنفیوں کی تعصب کی یہ انتہا ہے کہ کتے اور جانور کو تو یونہی کھلا دیا جائے مگر شافعی مذہب والے کو مفت نہ دیا جائے بلکہ پیسہ لے کر دیا جائے۔ امام طحاوی نے اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ لا یقلد الاعصبی او غبی، کہ تقلید متعصب اور احمق ہی کرتا ہے۔

اجتہاد کی حقیقت: سوال یہ ہے کہ ائمہ کرام سے پہلے امت کے افضل ترین لوگ صحابہ کرام و تابعین عظام کس کی تقلید کرتے تھے؟ جواب یہ ہوگا کہ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ خالص کتاب و سنت پر ان کا عمل تھا۔ پھر ائمہ کرام آئے ان کے دور میں احادیث نبویہ اس طرح اکٹھا نہیں ہوئی تھیں جس طرح بعد میں چل کر اکٹھا ہوئیں۔ لہذا بہت سے پیش آمدہ مسائل جن کے بارے میں ان ائمہ کے پاس احادیث نہیں پہنچی تھیں ان میں انھوں نے اجتہاد سے کام لیا ہے اور بعد میں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ اجتہادات حدیث کے خلاف ہیں تو انھوں نے ان سے رجوع کر لیا۔

اجتہاد کو آپ ایک مثال سے سمجھئے۔ مثلاً رات میں آپ کہیں اتر پڑے آپ کو عشاء کی نماز ادا کرنی ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ قبلہ کدھر ہے؟ آپ نے تحرّی (اجتہاد) کیا اور آپ نے اجتہاد کے مطابق ایک

سمت میں قبلہ سمجھ کر نماز ادا کر لی۔ فجر کی نماز بھی آپ نے اسی طرف رخ کر کے پڑھ لی۔ سورج نکلنے کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ آپ نے غلط سمت میں رخ کر کے نماز پڑھی ہے تو آپ ظہر کی نماز میں کس طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے؟

عشاء اور فجر کی نمازیں جو آپ نے غلط سمت میں رخ کر کے ادا کی تھیں وہ درست ہو گئیں۔ دونوں نمازوں کو لوٹانے کی ضرورت نہیں لیکن اب سورج نکلنے کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ آپ نے غلط سمت میں رخ کر کے نماز پڑھی تو آپ جس طرف قبلہ ہے اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے اب قبلہ کی تلاش کے لیے اجتہاد کی ضرورت نہیں۔

ائمہ کرام کا یہی طریقہ تھا کہ جن مسائل میں انھیں حدیث نہیں ملی ان مسائل میں انھوں نے اجتہاد کیا لیکن بعد میں جب احادیث معلوم ہو گئیں اور معلوم ہوا کہ ان کا کوئی اجتہاد حدیث کے خلاف تھا تو اس اجتہاد سے انھوں نے رجوع کر لیا۔ جس طرح سورج نکلنے کے بعد یہ ظاہر ہو جائے کہ قبلہ فلاں جانب ہے تو اب گنجائش نہیں کہ آپ قبلہ چھوڑ کر کسی اور سمت نماز ادا کریں۔ اگر آپ نے ایسی حرکت کی تو نماز قبول تو درکنار آپ الٹا گنہگار ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ کو گزرے ہوئے چودہ سو سال ہو گئے اور ائمہ کرام کو گزرے ہوئے بارہ سو سال ہو گئے۔ فرض کیجئے اب نبی کریم ﷺ اور چاروں ائمہ کرام زندہ ہو کر دنیا میں تشریف لے آئیں اور نبی کریم ﷺ فرمائیں کہ یہ کرو اور ائمہ کرام کہیں کہ اس طرح نہیں بلکہ اس طرح کرو تو ایسی صورت میں کس کا حکم مانا جائے گا؟

ظاہر ہے نبی ہی کی بات کو تسلیم کر کے اس پر عمل کیا جائے گا۔ ائمہ کی بات کو چھوڑ دیا جائے گا اب نہ تو نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان ہیں اور نہ تو ائمہ کرام۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کی احادیث و سنن موجود ہیں اور ائمہ کے اجتہادات و آراء۔ اگر ایک طرف نبی ﷺ کی کوئی حدیث یا سنت ہو دوسری طرف کسی امام کا قول یا رائے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں امام کے قول کو چھوڑ کر نبی ہی کے قول کو لیا جائے گا۔ حدیث تسلیم نہ کرنے کی صورت میں کفر لازم آجائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ائمہ جنہوں نے احادیث نہ ملنے کی صورت میں اجتہاد کیا وہ اس بات کی تاکید کر رہے ہیں کہ ہمارے اجتہادات کے خلاف اگر احادیث مل جائیں تو ہمارے اجتہادات کو چھوڑ کر احادیث کو حزر جاں بنانا۔

کیا محدثین مقلد تھے؟ اسماء الرجال کی کتابوں کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کسی کے مقلد نہ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محدث بننے کے لیے بہت سے علوم و فنون سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ عالم کسی کا مقلد نہیں ہوتا۔ ”المستصفیٰ فی علم الاصول“ میں امام غزالی نے فرمایا التقلید لیس فی شئی من العلم۔ تقلید علم کا درجہ نہیں اور ابن قیم نے اعلام المؤمنین میں فرمایا ولا خلاف بین الناس ان التقلید لیس بعلم وان المقلد لا یطلق علیہ اسم العالم۔ کہ اس میں تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ تقلید علم نہیں اور مقلد کو عالم نہیں کہا جاسکتا۔

لیکن طبقات کی کتب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام محدثین مقلد تھے طبقات والوں کا حال ایسا ہے کہ انھوں نے کسی بڑے سے بڑے محدث کو تقلید کے جال میں قید کرنے سے گریز نہیں کیا۔ یہ صرف قلم کی صفائی کا نتیجہ ہے۔ ہر ایک مذہب والے نے ائمہ کرام اور محدثین عظام کو اس پھندے میں گرفتار کرنے کی سعی کی اس سے صرف عوام کو خوش کرنا یا تائید مذہب مقصود تھا۔

بعض دفعہ محض نسبت کی بناء پر ائمہ کرام و محدثین عظام کو تقلید کے زمرے میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہوتی ہے۔ نسبت کا تعلق چند امور سے ہوتا ہے جن میں تقلید کا پہلو قطعاً نہیں پایا جاتا۔

(۱) استاذ کی طرف نسبت ہو یعنی کسی محدث کا استاذ کسی ایک مذہب کی نسبت رکھتا ہو۔

(۲) علاقے میں کسی مذہب کی کثرت ہو تو اس علاقے کی وجہ سے اس کی طرف نسبت مشہور ہوگئی۔

(۳) کسی کا طریق استنباط کسی ایک امام سے ملتا جلتا ہو تو اسی امام کی طرف نسبت کر دی گئی جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ مصری ص ۱۵۲ میں فرماتے ہیں:

وکان صاحب الحدیث قدینسب الی احد المذاهب لکثرة موافقته له کالنسائی والبیہقی ینسبان الی الشافعی۔

یعنی کوئی محدث کبھی کسی مذہب کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ کثرت موافقت (طریق اجتہاد) کی وجہ سے جیسے کہ امام نسائی اور بیہقی امام شافعی کی طرف منسوب کر دیئے جاتے ہیں لوگ انھیں شافعی سمجھتے ہیں مگر وہ شافعی کے مقلد نہیں ہیں۔ اسی طرح پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کو بھی کثرت موافقت کی وجہ سے حنبلی کہہ دیا گیا ہے ورنہ تقلید زری بحث سے حضرت پیران پیر کی شان بہت بلند تھی۔ وہ اپنی تصانیف میں عام طور سے احادیث سے سند لاتے ہیں محض امام احمد بن حنبل کے قول کو بطور دلیل نہیں لاتے حالانکہ مقلد کی

دلیل اس کے امام کا قول ہے۔ جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے۔ ”اما المقلد فمستندہ قول امامہ“
 مولانا عبدالحی کھنوی نے النافع الکبیر ص ۱۳، ۱۵ پر لکھتے ہیں ”وانما انتسب الیہ لسلو کہ طریقہ فی
 الاجتهاد“ یعنی کبھی کبھی مجتہد کے طریق اجتہاد کی موافقت کی وجہ سے کسی مجتہد کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔
 (۴) کسی محدث نے کوئی کتاب لکھی اور اس کا اکثر حصہ کسی امام کے اجتہاد کے موافق ہو گیا تو اس کو اسی
 امام کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

(۵) کسی حکومت کے خوف سے نسبت اس طرف کر دی جس کی طرف حکومت کا میلان ہو۔

(۶) بعد والوں نے طبقات کی تعداد بڑھانے کے لیے ائمہ و محدثین کو تقلید کی صف میں لاکر کھڑا کر دیا۔

(۷) کسی صاحب مذہب کے مدرسے میں تعلیم کا موقع ملا تو اس کو اس مدرسے کی طرف منسوب کر دیا گیا
 اس آخری عقدے کی مثال کے لیے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو پیش کیا جاتا ہے جو دارالعلوم دیوبند
 کی دیواروں کے سائے میں فقہی تعلیم حاصل کرتے رہے اور جب دیوبند نمبر شائع ہوا تو انھیں دیوبندیت
 کی صف میں لاکر کھڑا کیا گیا۔ حالانکہ وہ مسلک اہل حدیث کے پابند اور اس کے داعی تھے۔ مختصر یہ کہ تمام
 معروف محدثین کرام کسی کے مقلد نہ تھے بلکہ مستقل مجتہد تھے اور مندرجہ بالا وجوہ میں سے کسی وجہ کی بناء پر
 مذہب کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ جیسا کہ مشہور شافعی امام قاضی ابوبکر قتال کہتے ہیں: لسننا مقلدین
 للشافعی بل وافق را ینارایہ۔

کیا اہل حدیث امام بخاری کی تقلید کرتے ہیں؟

مقلدین کہتے ہیں تقلید سے کون خالی ہے تم بھی امام بخاری کی تقلید کرتے ہو۔

واہ میاں: ذرا بتاؤ حاکم وقت کا ایچی (قاصد) اگر حاکم کا حکم سنا دے تو وہ حکم ایچی کا ہو گا یا حاکم وقت کا؟ کیا
 تم اس سے یہ کہہ سکتے ہو کہ جاہم تیری بات نہیں مانتے انصاف سے سوچ کر بولو کیا ہو گے؟

خیر اس کو جانے دو تمہارے درمیان اور امام ابوحنیفہ کے درمیان صد ہا برسوں کا فاصلہ ہے اور ہدایہ
 کنز الدقائق، عالمگیری، قدوری، درمختار کے مصنفین کے درمیان سینکڑوں برسوں کا فاصلہ ہے اور تم لوگ
 ان کے فتوؤں پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہو اور ان پر عمل کرتے ہو اور خالص حنفی کہلاتے ہو مگر کوئی عقل کا دشمن
 یہ نہیں کہتا کہ میں ہدایہ، درمختار وغیرہ کے مصنفین کا مقلد ہوں اگر کوئی یہ کہے کہ شاگرد بھی تو استاذ کی نقل کرتا
 ہے اس لیے استاذ جو کہتا اس کو قبول کر لیتا ہے یہی تقلید ہے یہ اس کی بڑی غلطی ہے۔

اولاً یہ بتائیے کہ تقلید تو اس وقت ہوگی جب شاگرد استاذ کی ایجاد کردہ باتوں کو تسلیم کرے۔ کیا
 استاذ اس کو اپنا اجتہاد پڑھاتا ہے یا کہ نقل سکھاتا ہے۔ اگر یہ نقل سکھاتا ہے تو تقلید نہیں اگر اسی کو تقلید کہتے
 ہیں تو امام صاحب کے اقوال کو کس کے کہنے سے قبول کرتے ہو۔ اگر صاحب ہدایہ اور درمختار وغیرہ کے
 کہنے سے قبول کرتے ہو تو تسلسل لازم آئے گا اور تسلسل باطل ہے۔

اب ذرا انصاف سے بتاؤ کہ ہدایہ وغیرہ میں کس کی باتیں ہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ کی باتیں ہیں؟ یا
 امتیوں کی؟ ذرا دیوبندیوں ہی تسلیم کر لو قرآن و حدیث سے نکالی ہوئی ہیں مگر اللہ کے بندو یہ عین کلام نبی تو نہیں۔
 ”بوائے مشک ہے مگر مشک تو نہیں“

قبول روایت تقلید نہیں: محدثین نے جو احادیث جمع کیں لکھیں ان احادیث کا سن لینے والا
 ان کا مقلد نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ وہ احادیث ان محدثین کا قول نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں
 جن کو محدثین روایت کرتے ہیں اور محدثین اور دیگر رواۃ حدیث تو محض ایک واسطہ ہیں جیسا کہ کتب فقہ کے
 مؤلفین اور دیگر حنفی علماء امام ابوحنیفہ کے قول کی نقل کے لیے محض ایک واسطہ ہیں اور ان سے لینے والے ان
 کے مقلد نہیں کہلاتے۔ اس کے علاوہ اگر نقل روایت کرنے والے کی روایت کردہ بات کو ماننے والا مقلد
 کہلائے تو ماننا پڑے گا کہ ائمہ اربعہ بھی مقلد تھے۔ اس لیے کہ انھوں نے بھی تو احادیث آخر رواۃ حدیث اور
 محدثین ہی سے لی ہیں خود انھوں نے وہ احادیث پیغمبر کی زبان سے نہیں سنیں حالانکہ ان کا مقلد ہونا تسلیم
 نہیں کیا جاتا پس اہل حدیث محدثین کی روایت کردہ حدیثوں کو لینے سے ان کے مقلد نہیں کہلائے جاسکتے۔

ہند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے سیکھے
 نہ کہیں لذت کردار نہ افکار عمیق
 حلقہ شوق میں وہ جرأت زندانہ کہاں
 آہ! محکومی تقلید و زوال تحقیق
 خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
 ہوئے کس درجہ فقہیان حرم بے توفیق
 ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
 کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

تقلید کی اقسام کا تجزیہ:

تقلید کی چار قسمیں ہیں: (۱) واجب، (۲) مباح، (۳) حرام اور (۴) شرک
واجب: لاعلمی کے وقت کسی مجتہد کی اس شرط پر تقلید کرے کہ اس وقت تک ماننا ہو جب تک اس کا مخالف کتاب و سنت ہونا ظاہر نہ ہو جائے۔

مباح: مذہب معین کی تقلید ہے اس تعین کو نہ امر شرعی جانتا ہو نہ تعصب رکھتا ہو۔ دوسرے مذاہب کے مسائل کو بھی لے لیتا ہو۔ ظاہر نصوص کا انکار نہیں کرتا دوسرے کو برا نہیں سمجھتا نہ طعن و تشنیع کرتا ہو۔
حرام: کسی مجتہد کے تمام مسائل کو واجب شرعی جانتا ہو اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ اور رسول ﷺ نے امام کی تقلید کو لازم بتایا ہے۔ قرآن و حدیث سے براہ راست استفادہ سے مجھے کچھ لینا دینا نہیں۔

شرک: کسی شخص کی تقلید کو لازم کر لے اور اس قدر غلو کرے کہ قرآن و حدیث آنے پر بھی وہ امام کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا بلکہ تاویل و تحریف کرنے سے بھی باز نہیں آتا اور تاویل کر کے اپنے امام کے قول کے مطابق بتاتا ہو۔ اپنے امام کے قول کو قرآن و حدیث کے مطابق..... امام نے جو حلال کیا اسے حلال سمجھا جسے حرام کہا اسے حرام سمجھا۔

تقلید کی مذکورہ بالا تقسیم بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سنیہ۔ اور جب نبی اکرم ﷺ نے فرما دیا کہ ہر بدعت ضلالت ہے تو کوئی بدعت حسنہ کیسے ہو سکتی ہے۔ جہاں تک پہلی قسم تقلید مطلق کا سوال ہے تو یہ کسی اعتبار سے تقلید نہیں کیوں کہ ایک عامی کا کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھنا استفادہ ہے اور یہ قرآن کا حکم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقلید کی ان چار اقسام کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب عقد الجدید میں نقل کیا تھا اور نقل و نقل کے نتیجے میں متعدد علماء نے اس کو اپنی اپنی کتابوں میں جگہ دے دی جب کہ تقلید کی کوئی قسم جائز نہیں۔

اعتبار جرح کے لیے معاصرت کی شرط؟

☆ آپ کہتے ہیں کہ جرح کے معتبر ہونے کے لیے معاصرت شرط ہے (اور مقصود یہ بتانا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ پر بعد کے لوگوں نے جرح کی ہے اس لیے معتبر نہیں)
 ☆ یہ بات یقیناً علم حدیث کے ماننے والوں کے لیے بھی ایک انکشاف ہے، کیا آپ بتا سکتے ہیں مذکورہ اصول، اصول حدیث کی کس کتاب میں درج ہے؟

☆ اس قول کی روشنی میں ضروری ہے کہ ماہرین فن حدیث یا جرح و تعدیل کے ائمہ صرف اپنے زمانے میں موجود روایۃ حدیث پر ہی جرح کر سکتے ہیں اپنے زمانے سے ما قبل کے افراد یا روایۃ جرح کرنے کا ان کو حق نہیں اور اگر وہ جرح کریں تو معتبر و مقبول نہیں ہوگی۔ چنانچہ یحییٰ بن معین ابن عیینہ ابن مبارک، سعید بن قطان، عبدالرحمن بن مہدی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابو زرعد رازی، امام ابو حاتم ابن حبان، امام مسلم، امام نسائی، امام ترمذی، امام حاکم، امام دارقطنی، امام ابن تیمیہ جیسے ائمہ حدیث نے اپنے دور سے پہلے کے جن روایۃ حدیث پر جرحیں کی ہیں وہ سب آپ کے مذکورہ قول کے مطابق مسترد ہو جاتی ہیں۔ علمی دنیا میں اس نادرہ روزگار تحقیق سے یقیناً تہلکہ مچ جائے گا۔ اور علوم حدیث کے دفاتر کی از سر نو چھان بین کی ضرورت پڑ جائے گی۔

☆ مذکورہ قول آپ کے علم اور خاص طور سے علم حدیث سے دوری کا بین ثبوت ہے کیوں کہ اہل علم و فن کے نزدیک معاصرت جرح کے اعتبار کے لیے شرط نہیں بلکہ ”بعض اوقات“ معاصرت کی وجہ سے جرح غیر معتبر سمجھی جاتی ہے کیوں کہ ان المعاصرة اصل المنافرة. معاصرت، منافرت اور مخالفت کی بنیاد ہوتی ہے۔ لہذا اگر ہم عصر آدمی نے جرح کی ہے تو یہ امکان و احتمال ہو سکتا ہے کہ محض معاصرانہ چشمک و رقابت کی بناء پر غلط فہمی پیدا ہوئی ہو اور جرح کر دی گئی ہو اس لیے جرح کو قبول کرنے کے سلسلے میں بعض شرائط مقرر ہیں جیسے یہ کہ جرح وہ معتبر ہوگی جو مفسر ہو (خصوصاً اس راوی کے بارے میں جس کے حق میں کچھ لوگوں نے تعدیل کی ہو چنانچہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوگی۔ مکما ہو میں فی موضعہ)

☆ بالفرض آپ کی مذکورہ بے دلیل، بے بنیاد اور غیر معقول بات کو درست بھی مان لیا جائے تب بھی آپ اپنے مقصد و مراد میں کامیاب نہیں ہوتے کیوں کہ امام ابوحنیفہؒ پر روایت حدیث میں جرح کرنے والے ائمہ کرام میں ان کے ہم عصر بھی شامل ہیں جیسے امام سفیان ثوریؒ، امام عبداللہ بن مبارک..... وغیرہ خلاصہ یہ کہ نہ آپ کا قول کوئی وزن رکھتا ہے اور نہ ہی اس سے آپ کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔

تقلید شخصی اور مکتب فکر کا نیا شوشہ میں جوہری فرق؟ یا سامانِ تسلی؟
 آپ کا فرمان ہے کہ ہم تقلید شخصی کے قائل نہیں ہم مکتب فکر کے قائل ہیں.....
 یہ فرمان بھی خط الحواسی کی ایک واضح مثال ہے۔ غلط اور کمزور موقف اختیار کرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی کسی ایک بات پر ٹک نہیں پاتا۔ ذرا وضاحت تو کیجئے کہ ”ہم تقلید شخصی کے قائل نہیں“ میں

”ہم“ سے مراد کون ہیں؟ کیا احناف کے سارے علماء اور عوام یا پھر صرف آپ اور آپ کے معتقدین؟ یہ سوال ہم اس لیے کر رہے ہیں کہ آج تک آپ کے اکابر علماء نے دعویٰ پیش کیا ہے کہ تقلید شخصی ضروری ہے اور تقلید شخصی کا ثبوت کھینچ تان کر کے صحابہ کرامؓ سے بھی ثابت کرتے ہیں (تقلید کے اثبات میں علماء احناف کی عام کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں) نیز آپ کے علماء تقلید شخصی کو ضروری اور اجتماعی ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں جب کہ آپ کے مذکورہ قول سے ان بزرگوں کی ساری مساعی یک قلم مسترد کردی گئیں۔ بہر حال ہمیں خوشی ہے کہ آپ نے اپنے اکابر علماء سے کسی حد تک اختلاف و بغاوت تو کی اور یک گونہ ہمارے موافق تو ہوئے کہ تقلید شخصی کے قائل نہیں۔ گزارش ہے کہ اس فکر کا پرچار پہلے خود اپنے حنفی حلقوں میں کریں جہاں عوام و خواص تقلید شخصی کے وجوب کی قائل ہیں۔

☆ دوم آپ سے سوال ہے کہ ”ہم مکتب فکر کے قائل ہیں“ میں مکتب فکر سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ حنفی مسلک میں صرف امام ابوحنیفہؒ کی آراء پر فتویٰ دیا جائے صاحبین اور دیگر فقہاء کے اقوال بھی مفتی بہ ہیں اور آپ اس اعتراض سے بچنا چاہتے ہیں کہ جب آپ بہت سے اقوال میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو چھوڑ کر دوسروں کے اقوال ماننے ہیں تب بھی تو بات نہیں، کیوں کہ یہ ”مکتب فکر“ بھی وہ چیز نہیں ہے جس کی اطاعت و اتباع کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ یہ ایک شخص کی بجائے ایک شخص کی طرف منسوب ”بعد کے مسلک“ کی تقلید ہوئی اور اس کا حاصل بھی یہ ہوا کہ مسلک کے خلاف اگر قرآن کا فرمان اور رسول ﷺ کی صحیح حدیث ہو صحابہ کرامؓ اور دیگر ائمہ کے اقوال ہوں سب مسترد ہو جائیں گے صرف مسلک یا مکتب فکر کی مانی جائے گی۔ اور اگر مکتب فکر سے مراد اہل الرائے کا مکتب ہے جو اہل الحدیث (اہل حجاز کے مقابل اہل عراق علماء کا تھا) تب بھی بات وہی رہی جو اوپر گزری۔ شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ اور وصیتیں دیکھیں وہ اہل الرائے کی تردید کرتے اور اہل الحدیث کے طریقے کی تصدیق کرتے ہوئے وصیت کرتے ہیں کہ اہل الحدیث کا طریقہ قبول کرو۔

غرض تقلید شخصی اور مکتب فکر کی تفریق محض لفظوں کا بے معنی کھیل ہے اس سے معاملے میں کوئی جوہری فرق نہیں پڑتا اور مکتب فکر کے قائل ہو کر بھی کتاب و سنت کے متبع نہیں ہو پاتے۔

☆ محدثین کی تصحیح و تضعیف (اسناد پر حکم) تسلیم کرنا تقلید نہیں ہے رہا آپ کا یہ اعتراض کہ جب ہم سند کو بلا تحقیق تسلیم کرتے ہیں تو ہم بھی اتنے ہی مقلد ہوئے تو اسی

اعتراض کو عام طور سے مقلدین یوں دہراتے رہتے ہیں کہ حدیثوں کے صحیح اور ضعیف ہونے اور مقبول و مردود ہونے کا حکم تو محدثین لگاتے ہیں عام لوگ یا ہر عالم و جاہل تو یہ حکم نہیں لگا سکتا نہ اس کا اہل ہوتا ہے۔ لہذا اس معاملے میں سب لوگ محدثین کے فیصلوں کو تسلیم کرتے ہیں خود اہل حدیث حضرات بھی۔ گویا تقلید کے منکر یہاں خود بھی تقلید کرتے یا کرنے پر مجبور ہیں۔ (پچھلے اصحاب نے مزید تنوع پیدا کیا اور کہا کہ بتائیے کہ اللہ نے اور رسول اللہ ﷺ نے خود کن حدیثوں کو صحیح اور کن روایتوں کو ضعیف کہا ہے کیوں کہ اگر اللہ و رسول کے علاوہ کی تصحیح و تضعیف مانی تو یہ تو تقلید ہو جائے گی اور اہل حدیث تقلید کے مخالف ہیں۔ کسی نے اسی اعتراض کو یوں پیش کیا کہ کیا اہل حدیث کا ہر جاہل و عامی بھی حدیثوں میں صحیح اور ضعیف کو جان لیتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر وہ بھی تو تقلید کرتے ہیں وغیرہ غرض یہ ایک اعتراض الفاظ و تعبیرات بدل بدل کر کیا جاتا ہے۔)

جب کہ یہ اعتراض بھی نہایت بودا اور بھونڈا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ معتزین نے سمجھا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ بے چارے تقلید کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب نہیں جانتے (تقلید کرنے اور اس کا جواز بیان کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم تو جاہل ہیں قرآن و حدیث خود نہیں سمجھ سکتے اس لیے تقلید کرتے ہیں لیکن تقلید کی شرعی حیثیت ثابت کرنے کے لیے ”علامہ“ بن کر نت نئے علمی شاہکار پیش کرتے ہیں کہ دیکھو اس طرح تقلید ثابت ہوتی ہے۔ یعنی تقلید ثابت کرنے کے لیے وہ قرآن و حدیث اور عقلیات سمجھنے لگتے ہیں.....)

اب مذکورہ اعتراض کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

☆ تقلید کہتے ہیں دین میں غیر نبی کی ”رائے“ کو قبول کرنا۔

محدثین جو حدیثیں نقل کرتے اور اس پر صحیح و ضعیف کا حکم لگاتے ہیں وہ اصول روایت کے تحت ان کی تحقیق اور خبر ہوتی ہے اجتہاد ہی رائے نہیں ہوتی۔

رائے اور روایت کے درمیان یا اجتہاد و خبر کے درمیان فرق محتاج بیان نہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص کوئی بات کہتا ہے کہ ”میرا خیال ایسا ہے“ اور کوئی بات کہتا ہے کہ ”میں نے ایسا سنا یا دیکھا ہے“ تو خیال والا جملہ رائے ہے اور سننے اور دیکھنے والے جملے میں خبر دی گئی ہے۔ دونوں جملے ایک جیسے نہیں ہیں۔ چنانچہ شریعت مطہرہ نے کسی غیر نبی کی رائے و اجتہاد کو قبول مسلمانوں پر واجب نہیں کیا ہے (یعنی تقلید کا حکم نہیں دیا ہے) لیکن شریعت نے ثقہ و عادل لوگوں کی شہادت و خبر کو قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے ”ان جاء کم فاسق بنبياً.....“ اگر کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی چھان بین (تحقیق) کر لو۔

اس کا مخالف مفہوم یہ ہوا کہ کوئی عادل و پرہیزگار یا ثقہ آدمی خبر لائے تو اسے قبول کر لو۔ نیز شہادت و گواہی کے سلسلے میں متعدد آیات و احادیث ہیں جس طرح خبر کو قبول کرنے کے حکم میں بہت سے نصوص ہیں۔ لہذا جب ہم محدثین کا حدیثوں یا سندوں کے متعلق قول تسلیم کرتے ہیں تو تقلید نہیں کرتے بلکہ حکم شریعت کے مطابق ان کی روایت، خبر یا شہادت کو قبول کرتے ہیں۔ کیوں کہ شریعت نے اسے قبول کرنے کا حکم دیا ہے، آراء رجال کو قبول کرنے کا حکم نہیں دیا۔ کیا اب بھی مذکورہ اعتراض باقی رہتا ہے؟

☆☆☆☆☆

www.Jalaluddinqasmi.com

کی فخریہ پیشکش

نوٹ: برقی کتاب اور اصل کتاب کے صفحات کے نمبرات
مختلف ہو سکتے ہیں۔

مؤلف کی شائع شدہ کتابیں

- (۱) احسن الجہدال بجواب راہ اعتدال
- (۲) رفع الشکوہ والادھام بجواب بارہ مسائل بیس لاکھ انعام
- (۳) عورت اور اسلام
- (۴) تفسیر سورۃ الاخلاص
- (۵) تفسیر آیۃ الکرسی
- (۶) دل
- (۷) مختصر تاریخ اہل حدیث
- (۸) پیاری نبی کی پانچ پیاری نصیحتیں

اگر کوئی شخص جمالِ نبوت کا مشاہدہ قریب ترین فاصلوں سے کرنا چاہے تو اس پر اعتراض کیا ہے؟ میرے نزدیک تو یہ معاملہ سراسر محبت کا ہے۔ (القاسمی)

عاصم شہزاد فیت والا

فیت والا پبلسٹیٹیشن ہاؤس، گولڈن ایجنیز، سٹی کالج کے پیچھے، مایا گاؤں - 9028182104

تصحیح

پچھلے ورژن میں صفحے پر کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے الرفع والتکمیل کی بجائے الفرع والتقلید ہو گیا تھا۔ اسے درست فرمائیں۔ (ادارہ)

شیخ جلال الدین قاسمی حفظہ اللہ کے آڈیو اور ویڈیو دروس اور کتابیں ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے وزٹ کریں

www.Jalaluddinqasmi.com

رابطہ کا پتہ

ltzmesalafi@gmail.com